لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين (القرآن الكريم)

الهلال

ایک هفته وار مصور رساله

جلد ٥ | کلکته: چهار شنبه ٢ ذیقعده ١٣٣٢ هجري | نمبر ١٣

Calcutta : Wednesday September 23. 1914.

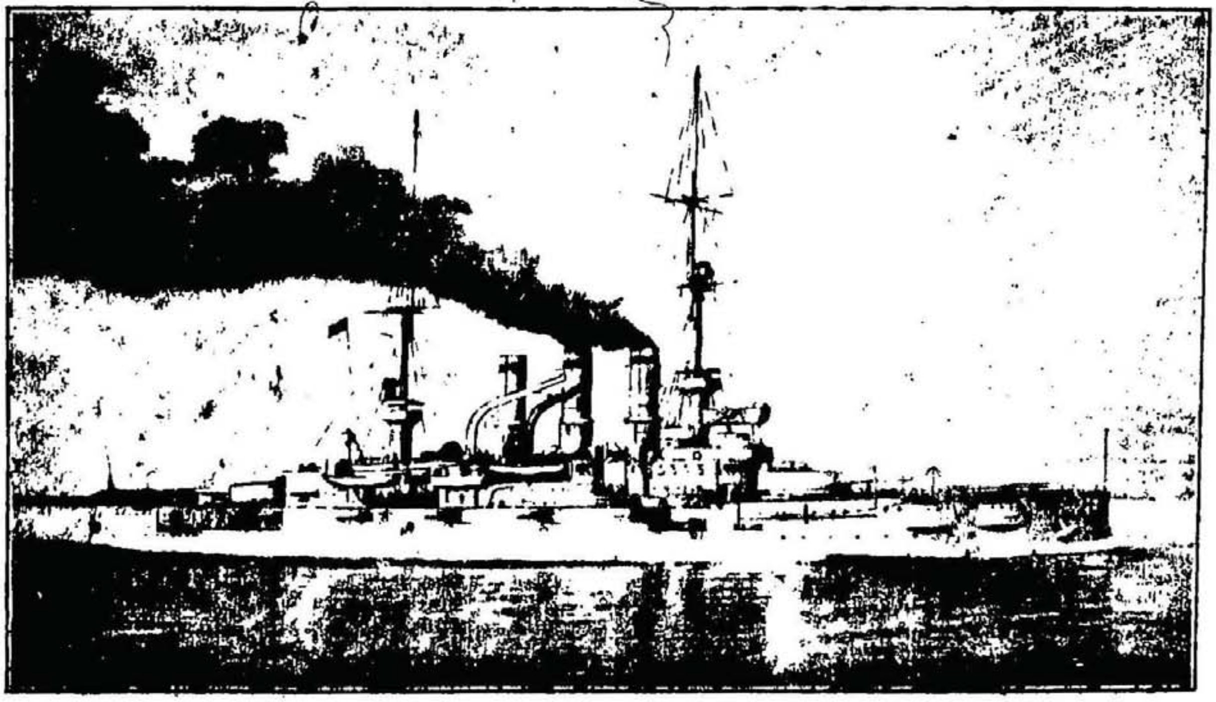

جرمني کا اول درجه کا ڈریڈ ناٹ جنگي جهاز " هالسٹن " جسکا وزن ١٦ هزار ٹن هے -

ضمیمہ مصورہ :

نغمۂ حسن و طبل جنگ

سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی !

Tel. Address :—"Alhilal," Calcutta.
Telephone No. 648.

AL-HILAL.

Proprietor & Chief Editor.
Abul Kalam Azad,
14, McLeod Street,
CALCUTTA.

Yearly Subscription, Rs. 12
Half-yearly ,, Rs. 6-12

الہلال

مدیر مسئول و پریس قلم تحریر
احمد المکنی بابی الکلام الدہلوی

مقام اشاعت
۱۴ — مکلوڈ اسٹریٹ
کلکتہ
ٹیلیفون نمبر ۶۴۸

سالانہ — ۱۲ — روپیہ
ششماہی — ۶ — ۱۲ — آنہ

نمبر ۱۳ — کلکتہ : چہار شنبہ ۲ - ذیقعدہ ۱۳۳۲ ہجری — جلد ٥
Calcutta : Wednesday, September, 23. 1914.

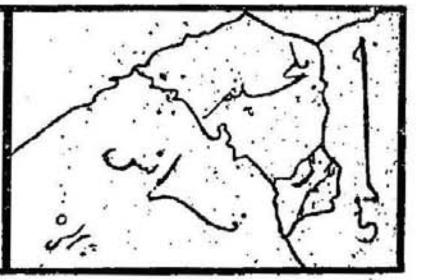

ہفتۂ جنگ

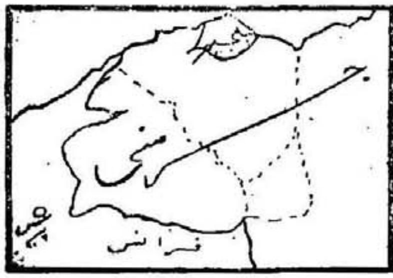

(کشف حقیقت)

گو اس ہفتہ نے بھی جرمن افواج کی رجعت کا راز حل نہ کیا ہو' مگر تاہم تاریخ جنگ میں یہ ہفتہ نسبتاً نمایاں ضرور رہیگا - کیونکہ اس نے واقعات کے سمجھنے میں اچھہ نہ کچھہ مدد ضرور دی ہے -

۷ - ستمبر سے خبروں نے جس انقلاب حالت کی اطلاع دینا شروع کیا' انکا مقصد حسب قاعدۂ اخبار جنگ بالکل مشتبہ تھا' اور یہ ظاہر نہیں ہوتا تھا کہ جرمن فوج پیرس سے ۲۰ - میل کے فاصلے تک پہنچکر خود ہٹ گئی یا ہٹا دی گئی ؟ گو دنیا کو گذشتہ ایک ماہ سے اس قسم کے واقعات کے سمجھنے کیلیے جو سمجھہ بخشی ہے' اسکا فیصلۂ قطعی پہلی ہی صورت کی طرف تھا' تاہم خبروں کا تحکم اسکے خلاف تھا -

چنانچہ جو تار مسٹر ولیم میکس ویل نے پیرس سے بورڈیو بھیجا تھا' وہ ان لفظوں میں ہم تک پہنچایا گیا :

" جرمن افواج بالکل پھنس گئی ہیں - انکا اپنے ملک میں صحیح سلامت پہنچ جانا معجزہ سے کم نہ ہوگا - اب پیرس کا محاصرہ نہیں ہوسکتا - گورنمنٹ فوراً پیرس میں واپس آسکتی ہے "

اسکے صاف معنی یہ تھے کہ جرمن افواج کسی نہایت ہی ہولناک مصیبت میں پھنس گئی ہیں اور حریفوں کے تاخت و تاراج نے انہیں پیچھے ہٹا دیا ہے -

جو خیال اس تار میں ظاہر کیا گیا ہے' اگر ایسا ہی ہو تو یہ بہت عمدہ بات ہے' لیکن دنیا کو جرمنی کے متعلق جو کچھہ معلوم ہے اسے اسقدر جلد بھلادینے کیلیے طیار نہیں کہ چھہ ہفتے کی جنگ سے اسکی قوت کا بالکل خاتمہ تسلیم کرلے - بلکہ یہ ایک ایسا تمسخر انگیز خیال ہے جو جنگ کے فریقانہ ادعاؤں کے سوا کبھی زبان تک لایا بھی نہیں جا سکتا -

لیکن یہ تمام ہفتہ اس اعتراف کے تکرار و اعادے میں بسر ہوا کہ جرمنی کا پیچھے ہٹنا خود اسی کا ایک اختیاری فعل تھا نہ کہ کسی دوسری قوت کا جبر - جب وہ پیچھے ہٹنے لگی تو متحدہ افواج نے بڑھکر اپنے پچھلے مقامات پر قبضہ کرنا شروع کردیا اور اس ادبار و اقدام میں جگہ جگہہ باہم مدبھیڑ بھی ہوتی رہی " جس میں متحدہ افواج کامیاب رہیں "

ساتھہ ہی اس ہفتہ نے اس امر کا بھی فیصلہ کردیا کہ جرمنی نے یہ رجعت کسی طویل واپسی کیلیے نہیں کی ہے جیسا کہ خیال کیا گیا تھا اور اسکی بخیریت واپسی کو " معجزہ " سے تشبیہہ دی تھی' بلکہ یہ کسی غیر معلوم مصلحت کی بنا پر ایک محدود واپسی ہے اس نے صرف اپنا آخری خط ہجوم چھوڑ دیا ہے اور سرحد بلجیم سے لیکر ایک نہایت وسیع فرانسیسی رقبے پر بدستور قابض ہے - نیز وہ مورچہ بند ہیں اور جہاں آکر رک گئے ہیں' وہاں سے ابتک نہیں ہٹائے جا سکے' اگرچہ جہاں سے وہ ہٹ آئے تھے' وہاں سے " ہٹا دیے گئے "

اسکا بڑا ثبوت یہ ہے کہ ابتدا کے دو چار دنوں تک جن مقامات کے نام لیے گئے تھے کہ جرمن فوج وہاں سے ہٹ آئی ہے یا " ہٹا دی گئی ہے " انپر ابتک کوئی اہم اور موثر اضافہ نہیں ہوا ہے' اور تمام عرصہ صرف مقابلوں' حملوں' فوجی جوابوں' اور استحکامات و حصار کی خبروں ہی میں گذر گیا ہے - حالانکہ اگر جرمن افواج واپس ہو رہی تھیں تو ضرور تھا کہ وہ واپس ہوتیں' جس طرح کہ واپس ہونے والے واپس ہوتے ہیں' نہ کہ وہ کچھہ کرتیں جو وہ کر رہی ہیں -

تمام خبروں کی ترتیب سے صورت حال یہ معلوم ہوتی ہے کہ جرمن فوجیں اپنے خط ہجوم و اقدام میں مشرقی جانب کو لو میرس اور اوسکے نیچے نان ٹیول تک پہنچ گئی تھیں - لیکن وہ یکایک پیچھے ہٹیں' اور انکے قلب اور میمنہ کی نسبت پچھلے ہفتہ خبر ملی کہ " سواسنس " تک ہٹتا ہوا چلا آیا ہے جو نہر " اسنی " کے کنارے ہے' اور پیرس سے جانب شمال تقریباً ۴۰ میل پر واقع ہے - اس سے مشرق میں کسی قدر نیچے (جنوب رویہ) ریم ہے' اور ریم کے بعد ایک خط وارڈن تک چلا گیا ہے -

اب معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہٹے اور سواسنس میں مورچہ بند ہوکر شمالی رخ قینچی کے دوشاخے کی صورت میں "نایوں" اور "لیون" تک پھیل گئے' اور "نایوں" سے مشرقی جانب "ریم" کے نا ہموار حصے سے ہوتے ہوے وردن کے شمال تک اپنا خط قائم کردیا -

بحالت موجودہ بھی وہ پیرس سے تقریباً ۴۰ یا ۴۵ میل کے فاصلے پر' اور سرحد فرانس کے اندر بخط مستقیم ۸۰ - میل سے زیادہ بڑھے ہوے ہیں -

۱۷ - ستمبر کے تار سے معلوم ہوتا ہے کہ جرمن فوج کی واپسی کی سب سے بڑی جنگ اسی مقام پر ہوئی اور چار دن تک جاری رہی - شہر میں داخلہ ناممکن تھا کیونکہ مسلسل آتشباری ہورہی تھی - تاہم " انگریزی توپخانے نے دریا کو عبور کر لیا اور نہایت مستعدی سے سفری پل نصب کر دیے - جب دشمن بھاگ گئے تو دو توپ خانوں پر بھی قبضہ کر لیا "

لیکن افسوس کہ اس تار سے یہ عقدہ حل نہیں ہوتا کہ " سواسنس " پر بالآخر قابض بھی ہوے یا نہیں ؟

لیکن اسکے بعد کی خبروں سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ جرمن افواج "سواسنس" پر قابض ہیں - کیونکہ ۲۲ - کا تار ہے کہ سواسنس اور ریم کے درمیان معرکہ جاری ہے - بعض انگریزی دستوں نے سخت نقصان اٹھایا تاہم "انہوں نے استقلال کے ساتھہ اپنے کام کو انجام دیا"

(آخــر الانباء)

آخری تار جو وزیر ہند نے ہز ایکسلنسی ویسراے کے نام بھیجا ہے' اسمیں اس وقت تک کی پوری تفصیل دی گئی ہے - اسکا خلاصہ یہ ہے کہ ۱۰ - کو انگریزی فوج نے دریاے مارنے کو عبور کیا - اسی اثناء میں فرانسیسی بھی فاتحانہ " سول " کو عبور کرگئے - " اسنی " کے شمال میں دشمن کی حالت اچھی ہے - وہ سواسنس کے دونوں جانب مقیم ہیں اور شمال کے جانب پہاڑوں پر مورچہ بند ہیں - انگریزی افواج نے شہر کے نصف جنوبی حصہ پر قبضہ کرلیا - ۱۲ - کو " اسنی " پر پھر جنگ شروع ہوئی اور ابتک جاری ہے - ۱۳ - کو فرانسیسیوں نے " ریم " واپس لے لیا -

ریم پر گولہ باری' گرجے کی تباہی' جرمن وحشت کاریوں کا قصۂ طویل' اور ممالک امریکہ وغیرہ کے احتجاج کے واقعات بھی اس ہفتہ کے اہم نقاط بحث ہیں مگر چونکہ ہمیں ایک مستقل مضمون میں موجودہ جنگ کے " وحشیانہ اعمال " پر بحث کرنی ہے اسلیے انکا تذکرہ یہاں نہیں کرینگے -

حادثــہ بنــگال و مدراس

جنــگ کی شعلہ افشانیوں کی چنگاریاں ہندوستان تــک !

باوجود اُس پورے اطمینان کے جو ہمیں ہندوستان کے تحفظ کے متعلق ہے' اور باوجود اُن قطعی و طبیعی جغرافیائی حقائق کے جو بحالت موجودہ حفظ ہند کا یقین دلاتے ہیں' ہم یہ کہے سے باز نہیں رہ سکتے کہ موجودہ جنگ میں ہندوستان کے بالکل بچے رہنے کی نسبت جو کچھہ سمجھتے رہے' وہ صحیح نہ تھا' اور ہم نے جرمنی کو جسقدر دور دیکھا تھا' اسقدر دور نہیں ہے !

یہ سچ ہے کہ ہندوستان محفوظ ہے - یہ بھی سچ ہے کہ ہندوستان کا اصلی بحری دروازہ سوئز ہے' اور اسمیں بھی ابتک کوئی تبدیلی نہیں ہوئی کہ مشرقی افریقہ میں جرمن نوآبادیاں غیر اہم' اور اسکے مشرقی بیڑے کو بے اثر کرنے کیلیے جاپان کی حرکت سے کام لیا جا چکا ہے - تاہم اس سے بھی تو انکار نہیں کیا جا سکتا کہ وہی جرمن قوم جو برلن میں رہتی' بلجیم پر قابض ہوتی' اور فرانس میں لڑ رہی ہے' کلکتہ سے ۲۰ میل کے فاصلے تک پہنچ گئی اور خلیج بنگال میں پانچ جہاز غرق کرکے بلا ادنی ضرر اٹھاے صاف نکل گئی ولیاتینہم بغتۃ وہم لا یشعرون -

ہندوستان کی خشکی اور تری پر ایک سو برس سے برٹش گورنمنٹ کا بلاشرکت غیرے قبضہ ہے - خلیج بنگال کا کونہ کونہ انگریزی جہاز رانوں کا جولا نگاہ ہے - اسکے ساحلی مقامات بڑے بڑے شہروں سے معمور ہیں' اور ہمیشہ سنا گیا ہے کہ ایک انگریزی مشرقی بیڑہ ہندوستان میں بھی رہتا ہے - پھر اس ہوشیاری اور حفظ ما تقدم کا ذکر ہی فضول ہے جو جنگ کی وجہ سے قدرتی طور پر گورنمنٹ آف انڈیا کرچکی ہے - تاہم یہ کیسی عجیب بات ہے کہ " ایمڈن " جہاز اس بے پروائی اور بے فکری کے ساتھہ گویا نہر کیل کے اندر چہل قدمی کر رہا ہے' ہندوستان کے سمندر میں بے باکانہ چلا آیا اور ہماری آنکھوں کے سامنے اپنا عظیم الشان وار کرکے صاف نکل گیا ؟ پھر اتنا عرصہ گذر چکا ہے لیکن ایک چھوٹے سے کروزر کو ہماری مجموعی طاقت بھی ابتک گرفتار نہیں کرسکی ہے ؟

ہم مقامی معاصر اسٹیسمین کے لفظوں میں پوچھہ سکتے ہیں کہ (اسے زیادہ طول نہ دیں) کہ کیا ہندوستان کی گورنمنٹ نے ہمارے اطمینان کیلیے یہی انتظام کیا ہے جو تازہ واقعات ہمیں بتلا رہے ہیں ؟ ہم ناخواندہ پبلک کو الزام دیتے رہے کہ وہ لاحاصل گھبرا اٹھتی ہے - یقیناً اسے اب بھی گھبرانا نہیں چاہیے' لیکن ساتھہ ہی گورنمنٹ بھی تو اسکے لیے جوابدہ ہے کہ وہ ایک معمولی کروزر کی لائی ہوئی آفتوں سے بچنے کیلیے پیشتر سے کیوں طیار نہ تھی ؟

کاش یہ سلسلہ یہیں تک ختم ہوجاتا - لیکن عجیب و غریب ایمڈن کی یادگار جراتوں کی (خواہ وہ کوئی بھی ہو) بے اختیار داد دینی پڑتی ہے کہ خلیج بنگال سے غائب ہوکر پھر دوبارہ نمایاں ہوا' اور ۱۹ - کو رنگون سے تار آیا کہ اس نے ایک اور جہاز غرق کردیا ہے !

یہ انکشاف کلین لاکز اور کلین تھیسن کے ملاحوں اور افسروں کے ذریعہ ہوا جو ۱۹ - کو رنگون پہنچے - انکے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمڈن نے انکے جہاز کو عین دریاے ہوگلی کے سامنے غرق کردیا اور جہاز کے تمام آدمیوں کو کولنہ کے ایک جہاز پر سوار کرادیا جو اسکے ساتھہ تھا - پھر دونوں رنگون کی طرف روانہ ہوے - راہ میں ایک اور جہاز " ڈورے " کو گرفتار کیا' اور قیدیوں کو اسپر منتقل کرکے حکم دیا کہ جہاز پر کولنہ بھیجیں - نصف ڈالر (یعنی تقریباً ڈیڑھ روپیہ) یومیہ اجرت ملیگی - اسکے بعد سب لوگ ڈورے پر سوار کرائے گئے اور انکا ارادہ دیکر رنگون بھجوا دیا -

کیا عجیب واقعات ہیں ! خلیج بنگالہ' دریاے ہوگلی' پوری کا ساحل' کلکتہ کا قرب' اور ایک چھوٹے سے جرمن کروزر کی یہ جرأت روائیاں کہ جس کو چاہا گرفتار کیا' جس کو چاہا غرق کردیا' جسکو حکم دیا اسنے قیدیوں کو منزل مقصود تک پہنچا دیا ! کل تک یہ باتیں ناممکن تھیں - آج واقعات ہیں !

پھر ایمڈن کا شریفانہ سلوک اور بہتر سے بہتر انسانیت و اخلاق ایک ایسا موضوع بحث ہے' جسکی جزئیات کو بغیر ایک مستقل مضمون کے سمیٹنا ممکن نہیں - معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہم سے ایک طرح کی جنگی دل لگی کر رہا ہے - سمندر کے اندر رہکر اپنے کارناموں کے پیامبروں کو بحفاظت رنگون اور کلکتہ بھیجدیتا ہے تاکہ اسکی جراتوں اور شرافتوں کا افسانہ اچھی طرح ہمیں سنادیں !

اس سے بھی بڑھکر اسکے کپتان کی ستم ظریفی یہ ہے جو انڈین ڈیلی نیوز نے عام روایات کو نقل کرتے ہوے لکھی ہے - وہ جب کبھی کسی جہاز کو اپنے قریب پاتا ہے تو خود ہی اس سے

الہــلال کا آئندہ نمبر جنگ کے مناظر و تصاویر کا خاص نمبر ہوگا

سگنل کے ذریعہ پوچھتا ہے کہ " تمھیں ظالم ایمڈن کی بھی کچھہ خبر ہے " ؟ . .

ایں سخن را چه جوابست ' تو هم می دانی !

پھر جب اسکے سر پر پہنچ جاتا ہے تو کہتا ہے کہ " کمبخت ایمڈن میں هي هوں " ! !

خیر ' یہ تو اس ایمڈن کی کرشمہ سازیاں تھیں - لیکن یکایک ساحل زنجبار کے قریب ایک بحری معرکے کی خبر بھی آئی ہے جسمیں جرمن کروزر کو لنگز برگ نے انگریزی کروزر " پیگاسس" کو غرق کردیا - اس تار میں پہلی مرتبہ یہ نئی حقیقت منکشف ہوئی ہے کہ زنجبار کے پاس ایک جرمن کروزر موجود ہے جسکی توپیں ۴.۱- انچ کی ہیں -

زنجبار مشرقی افریقہ میں ہے - اسکے ساتھہ جرمن نوآبادی پھیلی ہوئی ہے اور اسپر انگریزی قبضہ کی خبر دیگئی ہے - نقشہ کے دیکھنے سے واضح ہوتا ہے کہ مشرقی افریقہ عین بحر ہند کا ساحل ہے' اور وہاں کے ایک تیز رفتار کروزر کیلیے ہندوستان کے تمام ساحلی مقامات کا راستہ بالکل کھلا ہوا ہے - وہاں جرمن کروزر کی موجودگی افریقی جرمن نوآبادیوں کے مسئلہ کو بھی پیچیدہ کردیتی ہے -

اسی سلسلے میں ان سب سے اہم تر آخری واقعہ وہ ہے جو مدراس میں واقع ہوا ہے- ابتک تو صرف سمندر کے اندر جہاز غرق کیے جا رہے تھے - لیکن اب ایک بہت بڑے ساحلی شہر پر گولہ باری تک نوبت آگئی ہے !

یقینی طور پر معلوم نہیں ہوسکا ہے کہ یہ کس جہاز کی کارستانی تھی ؟ ممکن ہے کہ کوئی دوسرا جہاز ہو اور ممکن ہے کہ ایمڈن ہی ہو - بہر حال اس وقت تک حادثہ کی تفصیل حسب ذیل معلوم ہوئی ہے :

" ۲۲ - کی رات کو نو بجے یکایک ایک گولہ برما آئل کمپنی کے تیل کے خزانے پر گرا جس سے تیل میں آگ لگ گئی - پھر دوسرا گولہ آیا جس سے دوسرا خزانہ مشتعل ہوا - اسکے بعد متصل کئی گولے آتے رہے- آخر میں: مدراس کے قلعہ پر گولہ باری ہوئی مگر قلعہ سے بھی جواب دیا گیا اور اسکے بعد جہاز چلا گیا -

تیل کے خزانے جل گئے - نیشنل بنک کی عمارت کا بڑا حصہ گرگیا - نئے پورٹ ٹرسٹ پر بھی گولے پڑے اور کثیر نقصان ہوا - اوائل کمپنی کے دو پہرہ دار زخمی ہوے - ایک مر چکا ہے - ایک ہندوستانی پولسمین کو بھی بندرگاہ میں گولہ لگا اور مر کر رہ گیا - مدراس سیلنگ کلب بالکل برباد ہوگیا ہے - ریل کی مال گاڑیاں بھی مضروب پائی گئیں "

ہم یقیناً اب بھی پبلک کو اطمینان دلائینگے کہ صرف ان حوادث کی بنا پروہ اپنا اطمینان نہ کھوے اور ہر صاحب اثر شخص کوشش کرے کہ غلط اور خود تراشیدہ افوا ہیں (جو اکثر حالتوں میں گورنمنٹ سے زیادہ خود ملک کیلیے مضرہوتی ہیں) پھیلنے نہ پائیں' لیکن ساتھہ هي هم سمجھتے ہیں کہ واقعات کے رفتار کی ایسی عجیب و شدید تیزی کا اثر کھونے کیلیے جو اب ۷۵۶۶۰۰ - پونڈ کے جہازی نقصان سے گذر کر عمارتوں' مال و متاع کے ذخیروں' اور انسانوں کی جانوں تک پہنچ چکا ہے ' محض زبانی تسلیاں کافی نہیں ہیں -

افکار و حوادث

حیــات بعد المـــمات !

موجودہ جنگ یورپ دنیا کیلیے ایک عہد انقلاب و تجدد ہے - وہ دنیا کے نقشے کو بدلدیگی' درسگاہوں کے جغرافیے از سر نو بنانے پڑینگے' اور حکومتوں اور قوموں کو نمایاں کرنے والے رنگوں میں جو بڑے بڑے نقشوں کے اندر بھرے جاتے ہیں' نہیں معلوم کیا کیا تبدیلیاں ہوجائینگی ؟

مگر اب معلوم ہوتا ہے کہ اسکی قوت انقلاب کی سطوت' سطح زمین کی تقسیم و تحدید ہی تک محدود نہیں ہے' بلکہ وہ دنیا کے علمی و مادی عقائد میں بھی ایک انقلاب عظیم پیدا کردیگی-

دنیا آجتک موت و حیات کے عقدہ کو حل نہ کرسکی - اس غیر معلوم آغاز عالم سے لیکر جسوقت سے کہ انسانی دماغ و مدرکہ نے زمین پر نشو و نما پائی ' اسوقت تک' دنیا کا غیر متزلزل اعتقاد یہ رہا ہے کہ فنا کے بعد بقا نہیں' موت کے بعد زندگی نہیں' اور جو وجود ایک مرتبہ موت کے پنجے میں چلا گیا ' وہ پھر دوبارہ واپس نہیں آسکتا - .

لیکن جو عقدہ آجتک امن اور زندگی کی مہلتوں میں حل نہیں کیا جا سکا تھا ' معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ جنگ نے خون اور موت کی قوت سے اُسے حل کردیا ہے - اور زندگی کو موت سے بدلدینے والے وقت نے دعوا کیا ہے کہ وہ موت کو زندگی سے بھی بدلدے سکتا ہے !

بظاہر یہ بات کتنی ہی عجیب سمجھی جاے لیکن واقعہ یہی ہے کہ مردے زندہ ہوگئے ہیں - عجیب و غریب جرمنی فرانس کے قلعوں کے سامنے خواہ کتنی ہی نامعقول اور بے معنی طور پر آگے بڑھی ہو' لیکن اسمیں شک نہیں کہ موت و حیات کے اس لاینحل عقدہ کے حل کرنے میں تو اس نے بہت ہی معقول اور معنی خیز پیش قدمی کی ہے !

۶ - اگست کا واقعہ ہے کہ روس اور جرمنی کے جنگی جہازوں میں ایک مقابلہ ہوا اور دونوں نے اپنی قوت سے زیادہ کام لینا چاہا - جرمن کروزر کا نام "ایمڈن" تھا' اور روسی کروزر کا "اسکولڈ"۔ کچھہ عرصے تک کشمکش جاری رہی - بالاخر "ایمڈن" نے "اسکولڈ" کو ڈبادیا -

لیکن چونکہ موجودہ جنگ میں کمبخت جرمنی کیلیے کامیابیوں کے اندر بھی ناکامی ہوتی ہے اور فتح میں بھی شکست' اسلیے قدرتی طور پر اس واقعۂ فتح کے ساتھہ ایک حادثۂ شکست کا پیوند بھی ضروری تھا - چنانچہ "ڈیلی میل" کے معزز نامہ نگار نے اطلاع دی کہ " گو روسی جہاز کو اسنے ڈبادیا لیکن ساتھہ ہی خود بھی ڈوب گیا " :

گر مشت خاک ما هم برباد رفته باشد !

یہ حادثہ مقام "وائی ہے وائی" کے سامنے گذرا تھا - ہمیں معلوم نہیں کہ موجودہ فن اسپر یچو لیزم (روحانیات و استحضار ارواح) نے عمق سمندر میں بسنےوالی روحوں کے متعلق بھی کوئی مشاہدہ کیا ہے یا نہیں جیسا کہ پروفیسر روابر ہار سے ارواح ارضیہ کے برزخ روحانی کے متعلق کیا تھا - تاہم یہ تو

یقینی ہے کہ سمندر میں مرنے والے اجسام کی ارواح کیلیے بھی وہ تمام انتظامات ضرور ہی ہونگے جو خشکی پر آزاد ہونے والی روحوں کے متعلق تسلیم دیے جاتے ہیں -

بہر حال مقتول و متوفی ایمڈن مع اپنے ۲۵ ناٹ رفتار والے انجن اور ۴×۴ - انچ والی دس توپوں کے (جنھیں بمنزلہ روح کے سمجھنا چاہیے) اور مع اپنے آہنی چادروں اور چوبین در و دیوار کے (جو یقیناً اسکا جسم و استخوان ہے) بحر چین کے نیچے پہنچا اور ملائکۂ اموات کے سپرد کر دیا گیا - اسکے بعد انسان کی موجودہ ما بعد الطبیعۃ معلومات اپنے قصور کا اعتراف کرتی ہے اور کچھہ نہیں بتلاتی کہ کیا ہوا ؟

" قبر کا منھہ جب ایک بار لے لیتا ہے تو پھر واپس نہیں کرتا - فنا و ممات کے قانون میں کسی کیلیے رعایت نہیں - ڈوبے ہوؤں کو کسی نے زندہ اچھلتے نہیں دیکھا ہے' اور جو مرجاے پھر اسکی نسبت کبھی خبر کے سننے کا انتظار لا حاصل ہے ."

ہاں یہ سب سچ ہے' لیکن ڈوبے ہوے " ایمڈن " نے اپنی ایک جنبش صعود میں قوانین طبیعیۃ کی ان تمام حقیقتوں کو یکسر غلط کردیا !

کیونکہ قبر شق ہوگئی ' قانون ممات نے استثنا قبول کرلیا ' سمندر کی موجوں نے راہ دیدی' اور " ایمڈن " مر کر پھر زندہ ہوگیا ! وہ بحر چین کے سمندر کے عمق سے اوڑا' اور خلیج بنگال کی سطح پر نمودار ہوا - دنیا اسکو موت کے حوالے کرکے بھلا چکی تھی ' مگر افسوس کہ اس نے دنیا کو نہ بھلایا ' اور اسکے جہازوں کو غرق کرنے کیلیے دوبارہ آ موجود ہوا !

---

۶ - اگست کو اسپر موت طاری ہوئی تھی - اور ۶ سپتمبر کے بعد سے اسکی نشئۂ ثانیہ کا ثبوت ملنا شروع ہو گیا - گویا پورا ایک ماہ اس نے عمق سمندر کے دار الارواح میں بسر کیا - بلاشبہہ قدیم روایات میں " تین دن کے بعد " مر کر جی اٹھنے کی بعض مذہبی مستثنیات طبیعۃ ملتی ہیں ' لیکن تیس دن کے بعد ڈوبکر زندہ ہوجانے کی بظاہر کوئی نظیر تاریخ قدیم اور " مقدس " روایتوں میں بھی نہیں ملیگی - یہ فی الحقیقت مسئلۂ حیات و ممات کے حل کی طرف ہمارے علمی عہد کا اولین کامیاب قدم ہے !

اب تک یورپ کے راویوں نے ہمیں " جرمنی " کی عظیم الشان جنگی طیاریوں کی روایتیں سنائی تھیں' اسکی فوجی قوت اور نظام کے دبدبۂ و سطوت کی ترجمانی کی تھی ' ہم نے علم و تمدن اور ایجاد و اختراع کے میدان میں بھی اسکا قدم سب سے آگے دیکھا تھا ' اور اسکی یونیورسٹیوں اور علمی جماعتوں کے خالص علمی کارناموں کی جو داد عملاً تمام عالم تمدن دے رہا تھا ' اسمیں شریک ہوگئے تھے -

پھر موجودہ جنگ شروع ہوئی - روایتوں اور جنگی و قومی احساسوں کا موسم یکایک بدلا - سفیدی سیاہی سے ' بلندی پستی سے ' عروج تنزل سے ' نیکی بدی سے ' اور محمودیت ابلیسیت سے ' ناگہاں بدلدی گئی ' اور ہم سے کہا گیا کہ اب سے پہلے جو کچھہ تم سے کہا گیا ہے اور جو کچھہ تمنے دیکھا اور سنا ہے ' سب یکسر بھلا دو ! ہم نے ایسا ہی کیا ' اور ایسا ہی کرینگے - تا وقتیکہ ہر شے کو بدلدینے والی یہ جنگ ختم نہ ہو جاے -

لیکن " ایمڈن " کے دوبارہ زندہ ہو جانے اور اپنی نئی زندگی کا ایسا تلخ اور غم انگیز ثبوت دینے نے جرمنی کے متعلق طرح طرح کے نئے وسوسوں کی طرف رہنمائی کردی ہے ' اور ہمیں ڈر ہے کہ کہیں اس کی فوجی اور علمی طاقتوں کی گذشتہ روایتوں کیطرح ' اسکی خوفناک اور ما فوق العادۃ قوت کی بھی ایک نئی روایت پیدا نہو جاے - کیونکہ ۶ - سپتمبر والے ایمڈن کا نیا " بھوت " دنیاے قدیم کے روایتی جنوں کی طرح بہت ہی عجیب ہے !

لیکن اگر فرشتۂ موت کی گرفت ہمارے حریف کیلیے ایسی ہی ڈھیلی ہوگئی جس سے صرف تیس دن کی جد و جہد کے بعد چڑیا نکل کر اوڑ جا سکتی ہے ' تو ہم سمجھتے ہیں کہ ہماری مشکلات کا اصلی میدان دنیا سے باہر ہے - اگر صرف کمبخت " ایمڈن " دوبارہ آگیا یا بقاعدۂ تناسخ اسے نیا چولا ملگیا تو چنداں حرج نہیں ' لیکن اصلی سوال آیندہ کا ہے - ڈیلی میل کے صادق الروایۃ نامہ نگار کی موت بخشی کی طرح موت و حیات کی اور بہت سی تقسیمات بھی ہمارے سامنے ہیں ' اور ہماری معلومات کی فہرست اموات بڑی ہی وسیع ہے - اگر خدا نخواستہ موجودہ عہد کے مرنے والوں کی موت اسی طرح صرف تیس دن کی موت ثابت ہوئی ' تو نہیں معلوم اور کتنے کروزروں ' کتنے ہوائی جہازوں ' اور کتنی ہی مقتول لاشوں کو ہمارے فہرست کے خانۂ اموات میں سرخ پنسل کی لکیر نصیب ہوگی !

اس سے بھی ایک زیادہ دلچسپ لطیفہ ہے جو جنگ کی اس خشک اور عاجز کن مشغولیت کے عہد میں امید ہے کہ تبدیل ذائقہ کیلیے بہت ہی کار آمد ہوگا - بعض عوام کے خیال میں جو اپنے ہر قول کے سند میں " داستان امیر حمزہ " کی کسی جلد سے بحوالۂ صفحۂ و سطر استشہاد کرنے کی اعلی قابلیت سے کبھی نہیں چوکتے ' یہ جہاز واقعی ایمڈن نہیں ہے جو جنگ کی خبروں کے عالم میں مرچکا ہے ' بلکہ اسکی ایک خبیث روح ہے جو ایمڈن کا بھوت بنکر نمودار ہوئی ہے - بڑا ثبوت اس فلسفہ کی صداقت کا یہ بیان کیا جاتا ہے کہ اگر ۱۰ - سے ۱۴ - تک نمایاں ہونے والا ایمڈن واقعی ایمڈن ہی ہوتا تو اسے ہندوستان آنے کی کیسے جرات ہوتی ؟ اور آگیا تھا تو ابتک کیسے بچا رہتا ؟ کچھہ نہیں - یہ ایمڈن کا بھوت ہے - اور بلجیم میں جرمنوں کی جو وحشیانہ حرامیں بیان کی گئی ہیں ' انکے لحاظ سے یقیناً مرنے کے بعد وہ خبیث روحوں ہی کی شکلوں میں مسخ کردیے جاتے ہونگے - پاک روحوں کے برزخ میں تو صرف نیک اعمال انسانوں کو جگہ ملسکتی ہے - قتل و غارت کرنے والے بدکردار اگر مرکر بھوت نہیں بنینگے تو کیا فرشتوں کے آشیانوں میں بھیجدے جائیں گے ؟

بہر حال خواہ کچھہ ہی ہو مگر ہمیں امید ہے کہ جنگ کی خبریں دینے والے آیندہ زندگی و موت کی ایسی بخشش سے ہمیں معاف رکھینگے ' اور جب کسی کو مارینگے تو دنیا کے اسی قدیم طریقے کے مطابق مارینگے جسکے بعد نہ تو ڈوبے ہوے اچھل سکتے ہیں ' اور نہ مرے ہوؤں کی روحیں بھوت بنکر بے خبر زندوں کو ستانے کیلیے نکلسکتی ہیں - اس نئی موت اور غرقابی کے علمی تجربے کیلیے سر دست ہم لوگ طیار نہیں ہیں - اگر موت کا پھندا واقعی اتنا کشادہ ہوگیا ہے کہ اب مردوں کی گردنیں پھنسکر باسانی نکل پڑتی ہیں تو براہ عنایت اسکا تجربہ بالٹک اور نورتھہ سی ہی تک محدود رکھا جاے تو بہتر ہے - اگر ہر روز ایک سو ڈوبے ہوے جہاز بھی اچھل پڑینگے ' جب بھی ہمیں کوئی شکایت نہوگی لیکن غریب اور بے قصور ہندوستان کے سمندروں کو تو اسکا تختۂ مشق نہ بنایا جاے -

اُسوۂ حسنہ

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

غزوات اسلامیه

اور اسکي يادگاريں

(٢)

(گذشته اشاعة کے مقالۂ افتتاحیه کے بعد)

دنیا کي موجوده اور گذشته جنگوں کے نتائج تمهارے سامنے هیں - قتل ' آتشزدگی ' سلب و نهب ' بربادي علم ' هلاکت عمران و تمدن کے سوا تمهیں اور کچهه نهیں نظر آتا - اب آو ' اُس قوم کي جنگوں کي یادگاروں کي جستجو میں نکلیں جس نے اپنا مقصد ظهور " قیام صلواة الهی ' امر بالمعروف ' نهي عن المنکر ' اور ایمان بالله " بتلایا' اور اسکے دشمنوں نے اول روز هی سے اسے مسلح هو جانے پر مجبور کردیا - هم ڈهونڈهیں گے که جنگ کے میدانوں میں وه اپنے مقصد کي حفاظت کر سکي یا نهیں ' اور جب خون اور مٹي کے کیچڑ پر سے گزري تو جنگ نے کیا کیا یادگاریں اپنے پیچهے چهوڑ گئی ؟

اس سفر جستجو میں متعدد منزلیں پیش آئینگی - سب سے پہلے هم روحاني یادگاروں کو جمع کرتے هیں - اس سے ثابت هوگا که مسلمانوں کي غزوات کي سب سے پهلي یادگار " عبادت الهی " هے -

عبادت اسلامي کے ارکان عظیمه پانچ هیں : نماز ' روزه ' صیام ' حج ' زکواة - ان میں سے کوئی عبادت ایسی نهیں هے جسکے لیے غزوات اسلامیه کي یادگاریں سامنے نه آجاتي هوں - سب سے پہلے نماز سے شروع کیجیے -

(ارکان صلواة)

عبادت الهي روحانیت کا سر چشمه ' هدایت قلبي کا منبع ' نیکي کا مرکز ' برکات الهیه کا مهبط ' اور انسان کو تمام بهیمی قوتوں اور نفساني جوشوں سے بچانے والي هے :

ان الصلوة تنهی عن الفحشاء و المنکر ! (٢٩ : ٤٥)	نماز انسان کو تمام برائیوں سے روک دیتي هے (کیونکه اسکي وجه سے همیشه خدا کے تعلق کا تصور قائم رهتا هے !)

پس وه ایک قلعه هے جو برائیوں کے لشکر کو اپنے اندر گهسنے نهیں دیتا ' لیکن اس قلعه کے سدروں کو اس قوم کے سفر جهاد و غزوات هي نے قائم کیا تها :

کان النبی صلعم و جیوشه اذا علوا الثنایا کبروا و اذا هبطوا سبحوا ' فوضعت الصلوة علی ذالک (ابو داود جلد - ١ - ص ٣٤٩ کتاب الجهاد)	آنحضرت اور مجاهدین کی فوجیں جب پهاڑوں کے اوپر چڑهتي تهیں تو تکبیر کا غلغله بلند کرتی تهیں ' اور جب اوپر سے نیچے کي طرف اوترتی تهیں تو سبحان الله کا نعره مارتي تهیں - پس نماز میں قیام و قعود ' رکوع و سجود ' اور تکبیر و تسبیح کو اسی قالب میں ڈهالا گیا -

اس سے ظاهر هوا که نماز کے ارکان لڑائی هی کی بدولت وجود میں آے - اسلیے نماز مسلمانوں کی لڑائیوں کي ایک پهلي یادگار هے -

تمام نمازوں میں " صلوة الخوف " جهاد کے ساتهه مخصوص هے جسکے احکام اور نمازوں سے مختلف هیں :

و اذا کنت فیهم فاقمت لهم الصلوة فلتقم طائفة منهم معك و لیاخذوا اسلحتهم فاذا سجدوا فلیکونوا من ورائکم ولتات طائفة اخری لم یصلوا فلیصلوا معك ولیاخذوا حذرهم واسلحتهم ود الذین کفروا لو تغفلون عن اسلحتکم و امتعتکم فیمیلون علیکم میلة واحدة (٤ : ١٠٣)	اور جب تم مجاهدین کی صف میں نماز پڑهنا چاهو تو پہلے ایک گروه تمهارے ساتهه اپنے هتیار لیکر شریک نماز هوجاے - جب وه سجده کرچکیں تو پیچهے هوجائیں تاکه حفاظت کرتے رهیں اور دوسرا گروه آے جسنے ابهي نماز نهیں پڑهي هے - اور چاهیے که نهایت هوشیاري کے ساتهه مسلح هو کر تمهارے ساتهه نماز ادا کریں - کیونکه کفار موقع ڈهونڈهه رهے هیں که تم اپنے هتیار اور اپنے مال ومتاع سے غافل هو جاو تو دفعتاً تم پر ٹوٹ پڑیں -

مجاهدین اسلام نے اپنی اس یادگار کے ذریعه دنیا کو دکهادیا که خدا کی صداقت کي محافظ قوم دشمن کے مقابلے میں اپني روحاني یادگاروں کو کیونکر قائم رکهه سکتي هے ؟ جبکه میدان جنگ میں تمام قومیں فرصت کے لمحوں کو سستانے اور کهانے پینے میں خرچ کرتی هیں تو مسلمان تلواروں کے سایے کے نیچے اپني مهلت کي گهڑیاں صرف الله کی عبادت میں صرف کیا کرتے تهے !

غرضکه صلوة الخوف بهی اسلامی غزوات کی ایک یادگار هے -

(واقعۂ حضرت حبیب انصاري)

اسلام میں دو رکعت کی ایک اور نماز بهی بطور یادگار کے قائم رهگئي هے جو ایک مظلوم مجاهد کے جوش مذهبي کي یادگار هے - اسلام صبر و استقلال ' تقوی و طهارت ' اور خشوع و خضوع کا ایک قلعه تها جسکو میدان جنگ میں کهڑا کیا گیا تها :

ان الله یحب الذین یقاتلون فی سبیله صفا کانهم بنیان مرصوص (٦١ : ٤)	خدا ان لوگوں کو دوست رکهتا هے جو اوسکي راه میں اس استقلال کے ساتهه صف بسته لڑتے هیں ' گویا ایک دیوار هیں جسکے اندر سیسه پگهلاکر بهر دیا هے !

اس لیے اسلام نے سخت مصیبت کي حالت میں بهی عزم و استقلال کی زنده امثال یادگار چهوڑي هیں - اسنے فساد کي لڑائیوں کو روکنے کیلیے عدالة کي جتني لڑائیاں لڑیں ' انکي یادگاروں میں اسکے سوا اور کچهه نهیں هے -

ایک بار آنحضرت (صلعم) نے فوج کے دس دستے روانه کیے اور عاصم بن ثابت انصاري کو اونکا امیر مقرر فرمایا - جب یه لوگ مقام هداة میں پهونچے تو قبیله بنولحیان کو اونکا پته لگ گیا ' اور اونهوں نے دو سو تیر انداز اونکے پیچهے روانه کردیے - جب عاصم نے دشمن کے مسلح گروه کو دیکها تو پهاڑ پر چڑه گئے - دشمنوں نے هر طرف سے گهیر لیا اور امان دیکر پهاڑ سے اوترنیکی خواهش کی ' لیکن عاصم نے کها : میں کسي کافر کی امان سے فائده اوٹهانا نهیں چاهتا - اسپر ان لوگوں نے تیروں کي بارش شروع کردي ' اور وه سات آدمیوں کے ساتهه شهید هوگئے -

مگر فوج کے تین دستے عهد و میثاق لیکر اوتر آے - اُن میں حبیب انصاري اور ابن دثنه بهی تهے - کفار نے کمانوں کي ره اوتار لی ' اور اوس سے اُن لوگوں کو باندهه لیا - ان کے ساتهه ایک

تیسرا شخص بھی تھا - اوس نے کہا : " یہ پہلی عہد شکنی ہے جس سے مجھے قتل و خون کی بو آتی ہے - میں انکے ساتھہ نہیں جا سکتا " ان لوگوں نے جبرا ساتھہ لیجانا چاہا مگر اوسنے انکار کردیا ' یہانتک کہ شہید کردیا گیا - وہ حبیب اور ابن دثنہ کو ساتھہ لیگئے اور مکہ میں غلام بناکر بیچ دیا - قبیلہ بنو حارث ابن عامر نے حبیب کو خرید لیا ' اور چونکہ یہ وہی حبیب تھے جنہوں نے غزوہ بدر میں حارث ابن عامر کو قتل کردیا تھا - اس لیے ان لوگوں نے اس خون کا انتقام لینا چاہا ' اور انکو حرم سے باہر قتل کرنے کیلیے لیگئے کہ دار الامن میں قتل ناجائز تھا -

لیکن حضرت حبیب کے عزم و استقلال نے شہادت کے وقت ایک روحانی یادگار قائم کردی - انہوں نے دشمنوں سے دو رکعت نماز کی اجازت چاہی - کفار نے اجازت دیدی - انہوں نے نہایت سکون و اطمینان کیساتھہ نماز ادا کی ' اور کہا کہ اگر تمکو اسکو جزع و فزع کے لیت و لعل پر محمول نہ کرتے اور یہ بدگمانی نہوتی کہ میں موت کیوقت میں تاخیر ڈالنے کیلیے بہانہ کرتا ہوں تو میں نماز کو اور زیادہ طول دیتا اور بہت دیر تک اپنے خداوند کے حضور رہتا ! اسکے بعد یہ اشعار پڑھے :

ما ابالی حین اقتل مسلماً   علی ای شق کان للہ مصرعی

" جبکہ میں مسلمان ہونے کی حالت میں قتل کیا جاتا ہوں تو مجھے کچھہ پروا نہیں کہ خدا کی راہ میں کس پہلو پر جان دونگا ؟ "

و ذلک فی ذات الالہ و ان یشاء   یبارک علی اوصال شلو ممزع

" میرا قتل صرف خدا کی راہ میں ہے ' اور اگر وہ چاہے تو کٹے ہوے جوڑوں میں برکت دے سکتا ہے "

کفار نے انکو نہایت بیدردی کے ساتھہ باندھ کر قتل کردیا ' اور انہوں نے ان دو رکعتوں کو ہر اوس شخص کیلیے بطور ایک زندہ سنت صبر و ثبات کے یادگار چھوڑا جو اسی ظالمانہ طریقہ سے قتل کیا جائے !

اسلامی غزوات کی ایک یادگار یہ تھی !

(تیسرات طہارت)

عبادت اسلامیہ کی آسانیوں میں تیمم خدا کی دی ہوئی ایک یادگار آسانی ہے - اسکے برکات کا ظہور زیادہ تر سفر ہی میں ہوتا ہے - آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) اور صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم) کا سفر اکثر جہاد ہی کیلیے ہوا کرتا تھا ' اسلیے سفر ہی میں مجاہدوں کو یہ عطیہ الہی بھی دیا ' چنانچہ ایک سفر میں حضرت عائشہ آپ کے ساتھہ تھیں - ایک مقام کے راستے میں انکا ہار گم ہوگیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام صحابہ کے ساتھہ اوسکے ڈھونڈھنے کیلیے ٹھہر گئے لیکن منزل پر دور تک پانی کا نام و نشان نہ تھا - صحابہ نے حضرت صدیق (رضی اللہ تعالی عنہ) سے اسکی شکایت کی - انہوں نے حضرت عائشہ پر ناراضی ظاہر کی کہ تمہاری ہی غفلت نے تمام قوم کو اس مصیبت میں مبتلا کر رکھا ہے - چنانچہ اسی موقع پر آیت تیمم نازل ہوئی ' اور تمام صحابہ مسرت کے لہجے میں پکار اٹھے :

ما ھی باول برکتکم یا آل ابی بکر   اے آل ابی بکر ! یہ تمہاری پہلی ہی برکت نہیں ہے !
(بخاری)

اس بنا پر تیمم بھی غزوات اسلامیہ ہی کی یادگار ہے -

(تیسرات صلواۃ و صوم)

حالت سفر میں قصر اور رمضان میں افطار صوم کی اجازت بھی جہاد ہی کی راہ میں آسانیاں پیدا کرنے کیلیے دی گئی

قرآن کریم کی آیات قصر میں صاف طور پر جہاد کے مواقع کا ذکر اوپر گزر چکا ہے - حضرۃ عائشہ فرماتی ہیں کہ حکم قصر دراصل جہاد کیلیے ہوا تھا - (بخاری)

(حج)

عبادات اسلامیہ میں حج مختلف یادگاروں کا مجموعہ ہے - وہ جس گھر میں ادا کیا جاتا ہے ' خدا کے سب سے برگزیدہ بندے کے ہاتھہ کی قائم کی ہوئی یادگار ہے :

و اذ یرفع ابراہیم القواعد	جب حضرت ابراہیم اور اسمعیل خانہ
من البیت و اسمعیل :	کعبہ کی دیواریں چن رہے تھے تو اسوقت
ربنا تقبل منا انك	یہ دعا انکی زبانوں پر تھی کہ خدایا !
انت السمیع العلیم	ہمارے اس عمل کو قبول کرلے ! تو ہی
(۲ : ۱۲۱)	سننے والا اور جاننے والا ہے !

بلکہ دنیا کی مذہبی یادگاروں میں سب سے قدیم یادگار وہی ہے :

ان اول بیت وضع للناس	پہلا گھر جو انسان کی پرستش گاہ
للذی ببکۃ مبارکا	بنایا گیا ' وہی گھر ہے جو مکہ میں تمام
و ھدی للعالمین	دنیا کی برکت و ہدایت کیلیے تعمیر
(۳ : ۹۰)	کیا گیا -

ان بندوں نے خدا کے وحدانیت کی ایک زندہ رہنے والی یادگار قائم کی تھی - خدا نے بھی اوسی میں انکی یادگار قائم کردی :

فیہ آیات بینات مقام	اس گھر میں مقام ابراہیم ایک نمایاں
ابراہیم (۳ : ۹۱)	یادگار مقدس ہے !

صفا اور مروہ کے درمیان دوڑنا حضرۃ ہاجرہ کی اس سراسیمگی کا منظر تازہ کرتی ہے جب وہ پانی کی جستجو اور بچے کی محبت میں پریشان حال تھیں - چاہ زمزم قدرت الہی کی اس کرشمہ سازی کو یاد دلاتا ہے ' جس نے وادی غیر زرع (بنجر اور خشک سرزمین) میں خدا کی رحمت کے دبے ہوے چشمے کا منھہ کھولدیا تھا - قربانی حقیقت اسلامیہ کی اس جاں فروشی اور عبودیت کے سر روحانی کو محسوس و ممثل کر دکھاتی ہے ' جس کے حضرت خلیل و ذبیح علیہما السلام کے اندر سے ظہور کیا تھا - " رمی جمار " اس بہیمی و ابلیسی قوتوں سے دنیا کو روکتا ہے جو اس پاک مقاصد کی تکمیل میں سنگ راہ ہو رہے تھے -

لیکن غزوات اسلامیہ نے ان یادگاروں میں ایک یادگار کا اور اضافہ کر دیا - فتح مکہ سے ایک سال پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش مکہ سے صلح کرلی تھی جو صلح "حدیبیہ" کے نام سے مشہور ہے - اس صلح کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے ساتھہ عمرہ کے لیے تشریف لائے تو صحابہ کو مدینہ کی آب و ہوا نے چور چور کردیا تھا ' اور بخار کے عام ابتلاء نے اونکی طاقت و رفتار سلب کردی تھی - اس ضعف کا اثر طواف کی حالت میں بھی صاف نمایاں ہوتا تھا اور مکہ والے دیکھتے تھے -

کفار مکہ نے جو اسلام کی حربی طاقت کا ہر موقع پر امتحان لیتے رہتے تھے ' طنز آمیز لہجہ میں کہا :

ان ہم حمی یثرب ! مدینہ کے بخار نے تو انکو چور چور کردیا ہے
(مسلم)

اگرچہ ابھی تک عملا انکو یہ یقین نہیں دلایا جاسکتا تھا کہ یہی نادان ہستیاں ' یہی ضعیف بندے ' ایک دن انکی قوت کے سر پر غرور کو کچل دینگے ' تاہم علامات و آثار دکھلانے جاسکتے تھے اسلیے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صحابہ کو تندرستوں کیطرح اکڑ کر چلنے کا حکم دیا کہ روح کی ابدائی قوت کو جسم ضعیف کے پردے میں بھی نمایاں کردیں - یہ یادگار اب تک قائم ہے ' اور اسکو فقہاء کی اصطلاح میں "رمل" کہا جاتا ہے جسکے معنی اکڑنے کے ہیں - حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے اسکو موقوف کردینا چاہا تو '

کیونکه بظاهر یه ایک وقتی حکم تها ' لیکن پهر رک گئے کیونکه انکی نظر دقیقه سنج نے محسوس کیا که یه یاد گار مسلمانوں کیلیے همیشه درس شجاعت وتحریک عزائم کا وسیله هے' اور هرسال یاد دلاتی هے که انکے اسلاف کرام نے ضعف جسمانی کی حالت میں بهي کس طرح اپنی صولت اسلامي کو قائم رکها تها ؟

(نتائج واقعه افک)

حضرت عائشه رضي الله عنها کا واقعه افک بهی جو ایک سفر جهاد میں پیش آیا تها ' اسي سلسلے کي روحانی یادگار هے - یه یادگار اگرچه ابتداء میں نهایت درد انگیز معلوم هوئی' لیکن در حقیقت خدا کی رحمت کا بهت بڑا خزانه اسکے اندر مستور تها - قرآن مجید میں عورتوں کے تمدنی حقوق کی حفاظت کیلیے ایک خاص سورة یعنی سورۂ نساء نازل هوئی جسکو عورتوں کی مخصوص یادگار کہا جاسکتا هے - لیکن اونکی وضع' لباس' طرز معاشرت' حقوق منزلی وغیره کی عام اصلاح کے متعلق اب تک کوئی آیت نازل نہیں هوئی تهی - مگر اس واقعه کے بعد هی سوره "نور" اوتري جو زیاده تر انهی احکام سے مملو هے -

چهٹی صدی عیسوی مین انسان کا یه شریف تر نصف حصه انتها درجه کی بیکسی و ذلت میں ڈالدیا گیا تها - تمدن اور مذهب' دونوں نے اسکے ساتهه بے رحمی کی تهی - اسلام نے سب سے پهلی مرتبه عورتوں کے حقوق کا اعلان کیا اور انکے معاشرتی درجه کو خاندان میں سب سے زیاده نمایاں جگه دی - لیکن اس انقلاب کا بڑا حصه سورۂ نور کے نزول سے وجود میں آیا هے اور سورۂ نور ایک سفر جنگ کو یاد دلاتي هے - پس عورتوں کے حقوق کي سب سے بڑی اور سب سے پهلي اصلاح بهي غزوات اسلامیه هي کي یادگار هے -

حد قذف اور حد زنا کے متعلق بهي اب تک کوئی آیت نازل نهیں هوئی تهی' لیکن اس واقعه کے بعد هی ان حدود کی تعین کے لیے آیتیں نازل هوئیں -

حضرت عائشه کی فضیلت اگرچه عام طور پر مسلم تهی' لیکن قران مجید کی برأت نے اسکو اور بهی قطعي کردیا ' پس یه واقعه اُن احکام کی روحانی یادگاروں کا ایک مجموعه هے جنکو حدود الله کے جامع و مختصر لفظ سے تعبیر کیا جاتا هے - وه ازواج مطهره کے فضائل مخصوصه کا ایک باب هے جسکو کفار نے کهولدیا تها - یهی وجه هے که قران مجید نے اسکو مسلمانوں کے لیے خیر و برکت کہا :

لا تحسبوه شرا لکم' بل هو خیرلکم (۲۲ : ۱۱) اس واقعه کو برا نه سمجهو' وه تو تمهارے لیے موجب خیرات و برکات هوا -

(اسلامي یادگاروں کا عجائب خانه)

دنیا کی دوسري قوموں نے اپنے نمایاں کارناموں کی مادي یادگاریں قائم کی هیں - خاص خاص لڑائیوں کو مختلف محسوس طریقوں سے نمایاں کیا هے - عجائب خانوں میں سلاطین قدیم اور جانباز بهادروں کے آلات جنگ محفوظ رکهے هیں - انکی یادگار میں مجلسیں مقرر هوتی هیں' اور شادمانی و غم کي قومي و ملکی تقریبیں قائم کی جاتي هیں - اسلام نے اگرچه اس قسم کا کوئی عجائب خانه نهیں بنایا ' تاهم اسکی یادگاریں محفوظ هیں - اسکی لڑائیوں کي یادگار لوهے کي تلوار نه تهي جو عجائب خانه میں رکهدي جاتي' بلکه وه روح و دل کے تغیرات و انقلابات تهے ' جنکے لیے تمام عالم انسانیة یکسر عجائب خانه هے !

مکه اور مدینه میں عجائب خانے کیلیے ایک چهوٹی سی عمارت بنادي جاتي تواس سے کیا فائده هوتا جبکه تمام دنیا کي سطح ارضي اسکے لیے دارالاثار بنگئي هے ؟ بدر اور حنین کي ڈهالیں اور نیزے یورپ کي طرح هم نے بچا کر نهیں رکهے - کیونکه بدر کے اشارے نیزوں کے سامنے جو هاتهه الله کی عبادت کیلیے اٹهتے تهے' وه ابتک چالیس کروڑ انسانوں کے اندر سے هر روز دن میں پانچ بار اٹهکر بدر کي یاد کو مٹنے نهیں دیتے' اور اس محسوس اور حي و قائم یادگار نے همیں معدني اور سنگی یادگاروں سے مستغني کر دیا هے !

(حاشیه)

(۱) مسلمانوں نے (بزعم یورپ) غزوه بدر میں کفار کا جو قافله لوٹ لیا تها ' اوس میں بچوں کا ایک کهلونا بهی تها جو خوش قسمتي سے ابن زبیر کے هاتهه آگیا تها - یه کهلونا کیا تها ؟ راه حق میں ایک گهرا زخم جسکے سوراخ سے بچوں نے کهیلا ! ابن زبیر اپنے والد کی نسبت کہتے هیں :

ضربة ضربها یوم بدر — اون کے مونڈهے پر بهت سے زخموں کے
قال عروه کنت ادخل — ساتهه ایک وه زخم بهي تها جو اونکو
اصابعي فی تلك — معرکه بدر میں لگا تها - عروه کہتے
الفریات العب - — هیں که میں اون زخموں کے اندر انگلی ڈال کر کهیلا کرتا تها !

انهی کهلونوں نے فرزندان اسلام کیلیے جان پر کهیل جانے کو ایک کهیل بنا دیا تها ! !

(۲) غزوات اسلامیه میں واقعه بدر نهایت اهم هے جس نے دنیا کی تاریخ بدلدي - صحابه اسکے هر واقعه کو یاد رکهتے تهے اور اس عهد کي هر چیز کو یادگار سمجهتے تهے - انهي یادگاروں میں حضرت ابن زبیر کي تلوار بهی تهی جسکے جوهر اونهوں نے معرکه جنگ میں دکهائے تهے - جب عبد الله ابن زبیر (رض) کو عبد الملک ابن مروان نے قتل کروادیا ' تو اونکے صاحب زادے عروه بن زبیر کو بلاکر یه تلوار دکهائی اور کہا : " تم اس کو پهچانتے هو ؟ " اونهوں نے کہا " هاں " عبد الملک نے اسکی نشانی پوچهی - اونهوں نے جواب دیا که وه غزوه بدر میں ایک جگه سے کند هوگئی هے - مروان نے کہا سچ هے:

بهن فلول من قراع الکتائب !

"وه تلواریں دشمنوں کے جسم پر لگتے لگتے کند هوگئي هیں "

چنانچه اس مصرع کو پڑهکر یه خانداني یادگار عروه بن زبیر کو دیدي - لوگوں نے ۳ - هزار تک قیمت لگائي اور ایک شخص نے اپنے لیے سرمایۂ افتخار سمجهکر خرید لیا -

اسي زمانے میں مسلمانونکي تلواریں دشمنوں کے جسم پر لگتے لگتے کند هوجاتي تهیں - اب نیام میں پڑے پڑے کند هو جاتي هیں:

ابتدا وه تهي' انتها هے یه !

و بلونا هم بالحسنات والسئیات ' لعلهم یرجعون !

ایجنٹوں کیلئے کمیشن

نهایت معقول هے هفته وار الهلال ' کیلیے

درخواست میں

جلدي کیجیے - دعوة حق کے اعلان اور

هدایت اسلامی

کی تبلیغ سے بڑهکر اج کوئی مجاهده دیني نهیں هے -

اسپر نفع مالي مستزاد !

مقالات

کـــلاب الحرب !

انسان کی جنگ

اور کتوں کی عجیب و غریب خدمات !

و تحسبهم ایقاظا و هم رقود و نقلبهم ذات الیمین و ذات الشمال' و کلبهم باسط ذراعیه بالوصید (۱۸ : ۱۷)

پچھلی ڈاک میں یورپ کے جو اخبارات و رسائل آئے ھیں ' انسے معلوم ھوتا ھے کہ موجودہ جنگ یورپ میں جرمن فوج "فوجي کتوں " سے بھي کام لے رھي ھے - بلجیم کے حملہ میں کتوں کے کئي دستے اسکے ساتھہ تھے - ریل کی گاڑیوں میں انکي نقل و حرکت کیلیے مخصوص گاڑیاں بنائي گئي ھیں جن میں انکی نشست و برخاست اور خواب و خورش کے الگ آلگ کمرے ھیں !

اس سے پہلے ھندوستان کے اخبار بیں حضرات اُن مضامین کا مطالعہ کرچکے ھیں جن میں فرانسیسي پولیس کے کتوں سے کام لینے کے دلچسپ حالات بیان کیے گئے تھے' اور جو غالباً ابسے تین چار سال پہلے اخبار میں شایع ھوے تھے - چونکہ کتوں کي جنگی خدمات کے متعلق ابتک اردو میں کچھہ نہیں لکھا گیا ھے اسلیے یہ خبر پڑھکر خیال ھوا کہ ایک مستقل مضمون اس موضوع پر شائع کیا جاے -

(انسان کا وفاسرشت خادم)

کتا انسان کا قدیم وفا دار خادم ھے - انسان جب زمانۂ وحشت میں خود جانوروں کي طرح جنگلوں کے اندر زندگي بسر کرتا تھا ' اسوقت بھي یہ وفا سرشت جانور اوسکي اطاعت اوسي وفا داري کے ساتھہ کرتا تھا ' جسطرح آج بیسویں صدي کے کسي متمدن انسان کی کرتا ھے !

اس زمانے میں اگرچہ وسائل تعلیم کي کثرت اور ذرائع تربیت کي وسعت نے کتوں کو بھي تعلیم یافتہ بنا دیا ھے' لیکن اب تک اونکو عہد وفا کا وہ سبق اچھي طرح یاد ھے' جسکو انسان نے زمانۂ وحشت میں پڑھا دیا تھا -

انسان جب جنگلوں میں وحشیانہ زندگي بسر کرتا تھا تو اوسوقت وہ صرف شکار کي غذا پر زندہ تھا - اس وجہ معاش کي فراھمي میں تیر و کمان کے علاوہ اگر کوئي اور رفیق اوسکي اعانت کرسکتا تھا تو وہ یہي کتا تھا - وھي شکار کو تلاش کرتا تھا ' وھي جنگلوں کے گھنے ' اور گنجان درختوں کے اندر گھس کر اونکو ڈھونڈھتا تھا ' وھي پہاڑوں پر سے اونکو نیچے اوتار کر لاتا تھا ' اور وھي اونکو پکڑ کے اپنے آقا کے پانوں پر ڈالدیتا تھا -

آج بھي جب کبھي اس عہد وحشت کي یاد تازہ کي جاتی ھے اور متمدن انسان جانوروں کے شکار گاہ سے ہٹا کر خود اپنے ابناے جنس کو شکار کرنا چاھتا ھے' تو کتا اوسکا حق رفاقت ادا کرتا ھے ' اور اوسکے ساتھہ ساتھہ اوسي وفادارانہ طریقہ سے میدان جنگ کا چکر لگاتا ھے ' جسطرح عہد وحشت میں اوسکے شکار کے پیچھے پیچھے دوڑتا پھرتا تھا !

(امم قدیمہ اور کتوں کی جنگي خدمات)

اب اگرچہ جنگی کتوں کي تعلیم و تربیت کا ایک خاص نظام قائم ھو گیا ھے ' لیکن کتوں سے فوجی خدمت تقریباً تمام قدیم متمدن سلطنتوں نے بھي لی تھي - زمانہ قدیم کی تاریخ جنگ میں کتوں کے جنگي کارنامے نمایاں طور پر نظر آتے ھیں -

سنہ ۳۶۳ قبل مسیح میں جب اجیلاوش شاہ اسپارٹا نے منتھی نیا کا محاصرہ کیا تھا تو اوسوقت اوسکی فوج میں کتوں کي صف بھی نظر آتي تھي -

کمبیس تاجدار ایران نے جب مصر پر حملہ کیا تو یہ وفادار خادم بھی اوسکے ساتھہ تھا - یونانیوں نے بھی ترارڈا کے محاصرے میں کتوں کی شجاعت سے کام لیا تھا - مقدونیا کی فوج کي تاریخی جرات کا ذمہ دارانہ کام بھی کتوں کے سپرد کیا گیا تھا - ٹیوٹن کے تمام قبایل عموماً جنگ میں کتوں سے کام لیتے تھے اور اونکو زرھیں پہنا کر اور گلے میں خار دار طوق ڈال کر میدان جنگ میں ساتھہ لے جاتے تھے - فرقہ گالین نے کتوں کا ایک دستہ بنا لیا تھا ' اور وہ قدم قدم پر فوجی حیثیت سے اونکے ساتھہ ساتھہ رھتا تھا -

گالین کے بادشاہ تیوبس نے جب اپنے سفیر کو رومیوں کے پاس بھیجا تو وہ نہایت تزک و احتشام کے ساتھہ روانہ ھوا - سفیر ذاتی وجاھت کے لحاظ سے نہایت بلند بالا شخص تھا - اوس نے گلے میں ایک طوق پہن لیا تھا ' اور کلائیوں میں سونیکے کنگن نظر آتے تھے - ساتھہ ساتھہ کاھن قومي ترانہ گاتا ھوا چلتے تھے ' با ایں ھمہ خود سفیر کتوں کے جھرمٹ میں محصور تھا ' اور وہ با قاعدہ فوج کی طرح نہایت منظم طور پر اوسکے ساتھہ ساتھہ چلتے تھے !

جب سفیر رومیوں کي فوج میں پہونچا تو رومیوں کو کتوں کي اس فوجي ترتیب و با قاعدگی کا نظارہ نہایت عجیب معلوم ھوا ' اور اونھوں نے بھي کتوں کی فوجي تعلیم کا مستقل نظام قائم کرلیا - اس نظام نے اس قدر ترقي کی کہ قلعوں کي حراست کا تمام کام کتوں کے متعلق ھو گیا - عموماً قلعوں کي فصیلوں اور برجیوں پر کتوں کا پہرا رھتا تھا - جب دشمن قلعے کے قریب آجاتے تھے تو یہ کتے بھونک بھونک کر فوج کو ھوشیار کر دیتے تھے !

ھرکلانیوم کے کھنڈروں میں جو آثار عتیقہ ظاھر ھوے ھیں ' اون میں ایک زرہ پوش کتے کی صورت بھي ھے جو ایک رومن فوج پر پہرہ دے رھا ھے -

قرون وسطی میں رومیوں نے کتوں کي تعلیم و تربیت میں اس سے بھی زیادہ ترقي کی - کتوں سے پہلے صرف حراست کا کام لیا جاتا تھا - اب وہ میدان جنگ میں ایک مسلح بہادر سپاھي کا کام دیتے لگے - یہ عام طور پر مسلم ھے کہ جنگ میں سپاھیوں سے زیادہ گھوڑے کام کرتے ھیں ' لیکن کتوں کا حملہ خاص طور پر گھوڑوں کی قطاروں پر ھوتا تھا - کتوں کے گلے میں خار دار طوق ڈال دیے جاتے تھے ' اور اوس میں بڑي بڑي نوکدار چھریاں باندھ دي جاتي تھیں - یہ مسلح کتے میدان جنگ میں دوڑتے پھرتے ' اور سپاھیوں کو اس مخفي حملہ کی اوسوقت خبر ھوتی ' جب اونکے گھوڑوں کے پانوں زخموں سے بیکار ھو کر آگے بڑھنے کی طاقت سے محروم ھو جاتے تھے !

کبھی کبھی کتوں کی زرھوں میں مشعل بھی لٹکا دیتے تھے اور وہ دشمن کے خیموں میں بڑھکر آگ لگا آتے تھے -

کتوں کے فوجی نظام تعلیم نے آگے چل کر اس سے بھی زیادہ نشو و نما حاصل کی - سنہ ۱۴۷۶ میں جب سوئٹزرلینڈ اور برگنڈي میں معرکہ کارزار گرم ہوا تو فوج کے ساتھہ دونوں طرف کے کتے بھي باہم سرگرم پیکار تھے اور سوئٹزرلینڈ کے کتوں نے برگنڈي کے کتوں پر فتح پائي تھي -

(عہد جدید کے ابتدائي فوجی کارنامے)

جدید دور تمدن کي ابتدائي تاریخ بھي کتوں کے کارنامہ ہاے شجاعت و جلادت سے لبریز ہیں - چنانچہ کوالمیس نے جنگ امریکا میں جن اجزاء سے اپني فوج کو مرتب کیا تھا ' اون میں ۲۰ - کتے بھي تھے - ان کتوں نے ایسے ایسے نمایاں کام کیے کہ پادشاہ اسپین کو حکم دینا پڑا کہ انکے لیے بھی تمام فوج کي طرح تنخواہیں مقرر کردي جائیں !

اوسترلِٹس کے اوس مشہور واقعہ میں جو سنہ ۱۸۰۵ ع میں فرانس اور روس و اسٹریا کي افواج متحدہ کے درمیان ہوا تھا ' علم شاہي کو ایک کتے ہي نے اسٹرین فوج کی غارتگري سے بچایا تھا - اس خدمت نمایاں کے صلے میں مارشل لیل نے ایک اعزازي تمغہ اسے پہنایا !

فرانسیسیوں نے جزائر غرب کي لڑائیوں میں کتوں سے پہرے کا کام لیا تھا -

ترک بھي سترھویں صدي میں کتوں کی جنگی قابلیت سے واقف ہوگئے تھے - جنگ یونان سنہ ۱۸۲۲ ع میں اونہوں نے کتوں سے بیش بہا جنگي خدمات لیں - جب یوناني سپاھی کرلیولیس کی فصیلوں پر چڑھگئے تھے تو ان کتوں نے اونکو ٹڈي دل کي طرح گھیر لیا تھا !

سنہ ۱۸۷۷ میں روس نے ترکوں کي جنگ میں کتونکا استعمال کیا - سنہ ۱۸۸۲ع میں روس اور اسٹریا کے درمیان جو جنگ ہوئي تھي ' اوس میں فوج کے ساتھہ کتے بھي نبرد آزما تھے -

نپولین نے بھي پہرے کیلیے اسکندریہ کے کتوں کے جمع کرنے کا حکم دیا تھا جب اس نے مصر پر قبضہ کیا تھا - اور جنگ اٹلي میں اون سے جاسوسي اور خبر رساني کي خدمت بھي لي تھي -

سنہ ۱۵۲۲ ع میں فرانس اور اسپین کے درمیان جنگ ہوئي - هنري هشتم شاہ انگلستان نے اپنے بھانجے چارلس خامس شاہ اسپین کو فوجي مدد بھیجي - اوس فوج میں ۴۰,۰۰۰ سپاھیوں کے ساتھہ ۴,۰۰۰ کتے بھي تھے - چنانچہ ان کتوں نے فرنچ کتوں پر نہایت جانبازانہ حملہ کیا -

اسٹریا کے لوگوں نے سنہ ۱۸۸۲ میں ایک خاص نسل کے کتوں کي تربیت و پرداخت کي تھي - یہہ لٹے دشمنوں کي کمین گاہوں کا سراغ لگاتے پھرتے تھے - جنرل کوپف (روسي) نے جب جیوک کے قلعے پر حملہ کیا تھا تو ترکمان لٹیروں کي کمینگاہ کا پتہ کتوں ھی نے لگایا تھا -

(لہا بقیة صالحة)

تبلیغ اســلام اور ایڈیٹــر الهـــلال

لڑائي کے متعلقات میں تاریخي ' جغرافي ' سیاسي ' علمي وغیرہ معلومات جو جناب اپنے اخبار کے ناظرین کیواسطے نہایت وضاحت و فصاحت اور کمال حسن بیان کے ساتھہ مہیا کرتے ھیں ' اردو خواں پبلک کیواسطے بیحد مفید ھے - اور ھم سب لوگوں کو آپکا بہت بہت شکریہ ادا کرنا چاھیے - اللہ تعالی آپکي عمر اور صحت میں بڑي ترقي عطا فرمائے - لیکن (حاشا او ر واللہ باللہ طنزاً نہیں بلکہ صرف بہبودي اسلام و مسلمانان کے واسطے) اسکا افسوس ضرور ھے کہ یہ بے نظیر قابلیت صرف اشاعت اسلام کے لیے منحصر نہ ہوئی جسکي بہت ضرورت ھے - غالباً آپ نے اگست کا " افادہ " مطالعہ فرمایا ہوگا جس میں میںنے یہ خیال ظاہر کیا ھے کہ جزایر فلي پائن میں کسي ھندي عالم کو جانا چاھیے - کیا جناب گروہ علما میں سے کسی خاص موزوں شخص کو ترغیب نہیں دے سکتے کہ وھاں چلا جائے ؟ گو بہت سے لوگ عملاً میری اس راے کے مخالف ھیں مگر میں تو پھر بھي کہونگا کہ بہ نسبت دوسروں پر اعتراض کرنے کے خواہ وہ اعتراض سچا ھی کیوں نہ ھو ' ھمکو خود اپني اصلاح زیادہ مفید ھے - بلکہ سچ یہ ھے کہ اگر مجھکو کوئي شے فایدہ پہنچا سکتي ھے تو وہ اپني اصلاح - اور اگر اس کا عملی پہلو ھو تو بہت ھی اچھا ھے -

میں نہایت ادب اور پورے اخلاص سے معافي چاھکر لکھونگا کہ خدا را اب جناب مولوي عبد السلام صاحب ندوي کے مضامین اسٹرایک بند کردیں - جنکو پڑھکر میرا تو دم گھٹنے لگتا ھے - اگر ھم ایسی دلیلوں سے کام لیں تو جدال و قتال باھمي کے جواز اور استحسان کی ھمکو روایتیں صحابہ کرام اور تابعین عظام کے عمل سے ملسکتي ھیں - اگر اسٹرایک کو ایسا ھی مقبول عمل سمجھا جاے جیسا کہ جناب مولوي صاحب ممدوح ثابت کرنا چاھتے ھیں تو مسلمان طلبا کو تو کوئي مکتب - مدرسہ - اسکول - کالج اپنے دروازے کے اندر نہ آنے دیگا -

اپکا نہایت ادنی خـــادم

(نواب حاجي) محمد اسمعیل (خان صاحب رئیس دتاولي)

مسئـــلہ قیـــام الهـــلال

از جناب مولانا سید مرتضی صاحب (نونہرہ - غازیپور)

الہلال کے بند کردینے کي خبر نے مسلمانوں کي حنین و انین کو فوق فلک الافلاک تک پہنچایا - کوئي دل ایسا نہ تھا جو سینہ میں مضطرب نہو - کوئي اضطراب ایسا نہ تھا جسکي شیون و زاري کي صدا مجیب دعوة المضطر کي جناب تک رسائي کي کشمکش نہ کرتي ھو - الہلال کا بند ہونا گویا آفتاب تعلیمات اسلامیہ و مہر ادب و علوم ' و تحقیق و تدقیق ' و درس حریت ' و دعوہ صدق و صفا کا ھندوستان سے غروب ہونا تھا - اس پرچہ کي قدر اھل علم کے قلوب سے پوچھیے - اردو زبان کو علمي زبان و ادب کا یہ خلعت آپ ھي کے خامۂ بدائع نگار نے پہنایا ھے - الا نثر غالب و سید احمد خاں - لیکن وہ ابتدا تھي ' ان کو یہ جامہ زیبا ہرگز نصیب نہ تھا - ھر موقع پر نوادر اشعار کا وہ مجموعہ آپ کے حافظہ میں ھے کہ معلوم ہوتا ھے ' صدھا دواوین اساتذہ کے آپ حافظ ھیں - قرآن کریم کي آیات آپ کے نوک زبان ھیں - ملکي مضامین پر ازادي راے کا جو لامع و ساطع حصہ ھے وہ اپني آپ ھي نظیر ھے - فن تفسیر و حدیث کي تنقید و تحقیق کس مرتبہ کي ھے ؟

زفرق تاقدم ھر کجـــا کہ مي نگـرم

اس کارڈ کو الہلال کے کسي ناحیہ میں ممکن ہوتو جگہ دیجیے -

شئون حربیہ

صلیب احمر

میدان جنگ کے شفاخانے

آجکل لڑائیوں کے میدانوں میں ڈاکٹروں اور تیمار داروں کی جو با قاعدہ جماعتیں زخمیوں کے علاج کیلیے جاتی ہیں ' انکو ریڈ کراس یعنے صلیب احمر کہتے ہیں ترکوں نے صلیب احمر کی جگہہ ہلال احمر کا لقب انکے لیے اختیار کیا ہے اور گذشتہ جنگ طرابلس و بلقان کے موقع پر یہ نام بچے بچے کی زبان سے نکل چکا ہے -

موجودہ جنگ یورپ میں بھی ہر فوج کے ساتھہ صلیب احمر کی جماعتیں مصروف خدمت ہیں -

لیکن بہت کم لوگوں کو اس جماعت کے قیام کی تاریخ اور ابتدائی حالات معلوم ہونگے - ہم چاہتے ہیں کہ ایک مختصر مضمون میں اسکی تاریخ بیان کردیں -

اس مضمون سے قارئین کرام کو اسکا بھی اندازہ ہوجایگا کہ جنگ کے سفری شفاخانوں کی ایجاد مسلمانوں کے عہد تمدن کی یادگار ہے' اور یورپ کی "صلیب احمر" اس سے تقریباً دو سو برس بعد عالم وجود میں آئی تھی -

(عہد قدیم)

فطرت مرض کے ساتھہ ساتھہ دوا بھی پیدا کردیتی ہے - اس اصول کی بنا پر اگرچہ جنگ کی عالمگیر مصیبت کو خود انسان کی فطرت ہی نے پیدا کیا تھا' لیکن مجروحین جنگ کی مرہم پٹی کا سامان بھی اوسیکے اندر چھپا ہوا تھا :

بیک دست گوہر بیک دست تیغ !

بدو خلقت ہی سے انسان کے سر پر مصیبت کا یہ بادل چھا گیا ' لیکن سب سے پہلے اس ابر غلیظ کے سیاہ پردوں کے چاک کرنے کے لیے جو ہاتھہ اوٹھا' وہ عورت کا نرم و نازک ہاتھہ تھا - اسلیے رقیق و لطیف جذبات کے ہمدردانہ احساس نے پیش قدمی کی - عورت اگرچہ اپنے ضعف فطری کیوجہ سے اس پردے کو چاک نہ کرسکی تاہم اوس میں اتنی قوت ضرور تھی کہ اپنی چادر کو پھاڑ کے اپنے اعزا و اقارب کے زخموں پر پٹی باندھ دیتی - خوش قسمتی سے زمانۂ وحشت کی آزادی نے اوسکو میدان عمل میں مردوں کے دوش بدوش کھڑا کردیا تھا ' اسلیے وہ اونکے ساتھہ میدان جنگ میں بھی جاتی تھی' اور جبکہ سنگدل مرد خون کے سیلاب بہاتے تھے' تو وہ اونکو مشک میں بھر بھر کے پانی پلاتی' اونکے زخموں کو دھوتی' اور اونکی کی مرہم پٹی کرتی -

(غزوات اسلامیہ)

زمانۂ جاہلیت میں عرب کی عورتوں نے عموماً یہ ہمدردانہ شعار قائم کرلیا تھا - عہد اسلام میں اس نے اور ترقی کی' اور میدان جنگ میں عورتوں کی خدمات لازمی ہوگئیں - غزوات عہد نبوت و خلفاے راشدین میں عورتوں کی جنگی خدمات نہایت نمایاں ہیں -

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے روے مبارک کے زخم کا خون حضرت فاطمہ نے دھویا تھا ' اور حضرت عائشہ نے بھی تشنہ کامان جہاد کو پانی پلا کر شرکت جہاد کا شرف حاصل کیا تھا -

جنگ یورپ : صلیب احمر کا شفاخانہ اور " سینٹ آگسٹائن " کی راہبات (ننز) - بمقام ماسٹرت (بلجیم)

اسلامی تمدن و تہذیب کے زمانے میں اس ہمدردانہ طرز عمل نے نہایت ترقی حاصل کی' اور اطبا کی ایک خاص جماعت مرتب کیگئی جو فوج کے ساتھہ ساتھہ میدان جنگ میں جاکر طبی خدمات انجام دیتی تھی - یہ سفری شفاخانے ہمیشہ فوج کے ساتھہ نقل و حرکت کرتے رہتے تھے ' ساتھہ ہی متعدد اونٹ اور خچر ہوتے تھے جن پر زخمیوں کی مرہم پٹی اور مریضوں کے علاج کا تمام سامان لدا ہوتا تھا اور انکو "مارستانات نقالہ" کہتے تھے - یعنے سفری شفاخانے - (مارستان فارسی کے بیمارستان کا معرب ہے)

سلطان محمود سلجوقی کی فوج کے ساتھہ جو سفری شفا خانہ تھا' اوسکا تمام طبی ساز و سامان ۴۰ اونٹوں پر آتا تھا ! مورخین اسلام نے عموماً جنگوں کی تفصیل میں شفا خانوں کا بھی خاص طور پر حال لکھا ہے -

تاریخ آل سلجوق میں اسکے مآثر بکثرت ملتے ہیں - ابن اثیر ' ابوالفداء ' اور مقریزی کی تصریحات اگر جمع کی جالیں تو ایک مفصل رسالہ مرتب ہوجائے

(مصائب جنگ)

لیکن دنیا کا کام تمدن و مذہب کی برکات سے زیادہ ہمدردی سے چلتا ہے - اس قسم کے سفری شفا خانوں کا سنگ بنیاد عورت نے خالص ہمدردی کی سطح پر رکھا تھا ' اسلیے اوسکی دیواروں کو بھی ہمدردی ہی کے ہاتھوں نے چنا ' اور آج ہم اوسکو ایک عظیم الشان عمارت کی شکل میں دیکھہ رہے ہیں !

انسانی مصیبتوں میں مرض سب سے بڑی مصیبت ہے - فقر و افلاس کو اگرچہ انسان کیلیے ایک عظیم الشان مصیبت خیال کیا جاتا ہے ' لیکن انسان اس حالت میں اوٹھہ بیٹھہ سکتا ہے ' چل پھر سکتا ہے ' اور اپنی قوت کے استعمال سے اپنا پیٹ بھر سکتا ہے - لیکن مرض کی حالت میں وہ بالکل بیدست و پا ہو جاتا ہے - علی الخصوص سفر کی حالت میں جب ایک مریض صاحب فراش ہوتا ہے ' تو بعض حالتوں میں تو وہ اپنے جیب سے روپیہ پیسہ نکالنے کی بھی قدرت بھی نہیں رکھتا کہ اپنے علاج کا سامان خرید کر لاے - لیکن ایک فقیر گلیوں میں گھوم پھر کے اپنے فقر و فاقہ کا علاج کر لیتا ہے -

یہ عام سفر کے مصائب ہیں - لیکن جنگ کی غربت و بیکسی کا اندازہ کرنے کیلیے انکا تصور کافی نہیں - جبکہ غضبناک دشمن سر پر اور از خود رفتہ ساتھی اپنی اپنی جانوں کی فکر میں ہوتے ہیں' جب لاشیں گھوڑوں کی ٹاپوں سے روندی جاتی ہیں اور سوار کو یہ سونچنے کی مہلت بھی نہیں ہوتی کہ کنکر پتھر پس رہے ہیں یا انسان کا جسم کچلا جارہا ہے ؟ جب زخمیوں کی آہیں اور دم توڑنے والوں کی فریادیں آلات جنگ کے شور اور خونریز قوتوں کے ٹکر کے ہنگامے میں بالکل گم ہوجاتی ہیں' تو کون اندازہ کرسکتا ہے کہ اس عالم میں زخم اور دکھہ کی مصیبت کس درجہ درد انگیز

کس درجه هولناک ' اور کیسي زهره گداز هوجاتي هے ؟ پهولوں کي سيج پر ليٹنے والوں اور اپنے بستر راحت کے هر طرف همدردوں اور غمگساروں کا جمگهٹا ديکهنے والوں کيليے ميدان جنگ کے زخميوں کي مصيبت سمجهنا بهت مشکل هے :

تو اگر اں نخورده گزند را چه خبر؟

(يورپ ميں اسکي ابتدا)

اسلامي ممالک ميں جنگ کے سفري شفاخانے اگرچه آغاز تمدن اسلامي هي ميں قائم هوگئے تهے ليکن يورپ ميں اس طرح کے شفاخانوں کي اولين بنياد دسويں صدي مسيحي ميں ڈالي گئي اس زمانے ميں اٹلي مشرقي تجارت کا سب سے بڑا مغربي مرکز تها' اور اطالي تجار بکثرت هر سال مصر اور فلسطين کے شهروں سے گذرتے تهے - بيت المقدس ميں جب انکا گزر هوتا تو عيسائي زائروں کي هزارها جماعتيں انکي نظر سے گذرتيں جو ممالک اطاليه سے وهاں هرسال جمع هوا کرتي تهيں وه سفر کي مشقتوں سے چور هوتيں ' طرح طرح کي بيماريوں ميں مبتلا هو جاتيں ' اور ان ميں سے اکثر زائر فقر و مرض کے شدائد سے مجبور هو کر وهيں رهجاتے اور نذر اجل هوتے -

اس نظارے نے اطالي تاجرونکے دلونميں همدردانه احساس پيدا کيا اور سنه ١٠٣٢ ع ميں اُن کي ايک جماعت نے ظاهر بالله فاطمي خليفهٔ مصر سے ان مريض حاجيوں کے علاج کے ليے بيت المقدس ميں خيراتي شفا خانه قائم کرنيکي درخواست کي - ظاهر بالله نے نهايت فياضي کے ساتهه اجازت ديدي ' اور اونلوگوں نے قديس (سينٹ) يوحنا کي يادگار ميں ايک خيراتي شفا خانه وهاں قائم کرديا اور يورپ کے دولت مندوں کي فياضي نے اسے بيحد ترقي دي -

عرب جاهلية کے زمانے ميں جس طرح حجاج اور خانه کعبه کي انتظامي خدمات انجام دينے کے ليے مختلف جماعتوں کو شطايد' سدانة ' ميجانة وغيره کے مختلف مناصب عطا کيے گئے تهے ' اسي طرح بيت المقدس ميں بهي خدام حجاج کا ايک مستقل عمله قائم تها ' جنکو " شهسواروں کي برادري " کها جاتا تها - جب خدمت زوار کا يه جديد طبي صيغه قائم هوا تو اسکا انتظام بهي ايک جديد اخويت (برادرهڈ) کے سپرد کيا گيا جو تمام اخويات کيطرح اپنا مستقل شعار رکهتي تهي - باهمي امتياز کيليے کوئي جماعت سياه چادروں پر سفيد صليب لگاتي تهي' کوئي سفيد چادروں پر سياه صليب لگا کر نماياں هوتي تهي - ليکن اس جماعت نے اپنا شعار سفيد چادر اور سرخ صليب کے نقش کو قرار ديا - رفته رفته يه علامت اس جماعت کا عام شعار هوگيا ' اور جو لوگ فوج کے ساتهه طبي خدمات انجام دينے کے ليے جاتے تهے' اونکي شخصيت کو يهي علامت ممتاز کرنے لگي - بالاخر سرخ صليب (ريڈ کراس) کي علامت خيراتي شفاخانوں کے ليے مخصوص هوگئي -

(صليب احمر)

يهي جماعت هے جو اب " جمعية صليب احمر " کے نام سے پکاري جاتي هے -

اگرچه مذهبي گروه کي خدمات کيليے اٹالين تاجروں نے سفري شفاخانه قائم کيا تها - ليکن اسي سے ميدان جنگ ميں بهي صليب احمر کي بنياد پڑگئي -

هنري ڈيراں ايک رحم دل پادري تها جو سوئٹزر لينڈ کا باشنده تها سنه ١٨٥٩ ع ميں فرانس اور اسٹريا کے درميان معرکهٔ سلفرينو کي جو مشهور خونريز لڑائي هوئي ' اوس ميں وه بهي شريک تها - اس قيامت خيز جنگ ميں مريضوں کے علاوه ٤٠ هزار آدمي زخمي هوے تهے - اوس نے خود ان مريضوں کي تيمار داري کي تهي ' اونکي مصيبتوں کو اپني آنکهوں سے ديکها تها ' اونکے کراهنے کي آواز اپنے کانوں سے سني تهي ' اور اس درد انگيز منظر کے مجموعي اثر نے اوسکے دل کو رحم و همدردي کے جذبات سے بهرديا تها - چنانچه وهاں سے پلٹ کر اوسنے ايک کتاب لکهي جسکا نام " ياد گار سلفرينو " تها - اس کتاب ميں اوس نے جنگ کے ماتم خيز نظارے کا منظر اس موثر طريقه سے دکهايا که هر شخص کے همدردانه جذبات ميں جنبش پيدا هوگئي ' اور اس حرکت کي مجموعي رفتار نے دفعتا جذبات رقيقه کا ايک طوفان جد و جهد برپا کرديا !

اول اول خود سوئٹزر لينڈ کي جمعيهٔ خيريه نے رحمدلي سے اس همدردانه جنگ ميں اوسکے ساتهه شرکت کي - اسکے بعد يورپ کے تمام شهروں ميں مجروحين جنگ کي اعانت کيليے انجمنيں قائم هوگئيں اور اونهوں نے اس قدر ترقي کي که تمام سلطنتوں نے اونکي حفاظت اور نشو و نما کو اپني آغوش ميں لے ليا -

(جنيوا کانفرنس)

چنانچه ٦ جون سنه ١٨٦٤ع ميں تمام دول يورپ کي ايک کانفرنس جنيوا ميں منعقد هوئي ' اور ان انجمنوں کے تحفظ و بقاء کا قانون پيش کيا گيا - سلطنت فرانس نے نهايت سرگرمي سے اوسکي تائيد کي ' اور ١٨ اگست کو کانفرنس کے اجلاس ختم هوے -

اس کانفرنس نے مريضوں کي اعانت اور طريق علاج کے تمام مراتب طے کيے' اور تمام وکلاء دول نے اوسکي تصديق کي - اخر ميں ترکي ' ايران ' جاپان ' سيام وغيره کي سلطنتوں نے بهي اس کانفرنس کے رزوليوشنوں کے ساتهه اتفاق کيا -

بحري جنگ کے متعلق بهي کانفرنس ميں چند دفعات قانوني پيش کي گئي تهيں ليکن ابتک تمام سلطنتوں نے اونکي تصديق نهيں کي هے ' اور بهت ممکن هے که موجوده جنگ يورپ کے بحري ميدانوں ميں انکے مسائل تازه هوجائيں -

کانفرنس ميں اس انجمن کے متعلق جو قانون پاس کيا گيا اوسکي اهم دفعات حسب ذيل تهيں :

(١) کوئي سلطنت اپنے فاتحانه يا مدافعانه جنگ ميں ان شفاخانوں سے کسيطرح کا تعرض نه کريگي ' بشرطيکه اون ميں مريض اور زخمي هوں - فوج نه هو -

(٢) ڈاکٹروں' تيمار داروں' اور شفا خانوں کے تمام متعلقين کي حفاظت هر سلطنت کا لازمي فرض هوگا - مثلاً اگر وه دشمن کے هاتهه ميں گرفتار هوجائينگے تو اونکا شمار اسيران جنگ ميں نه هوگا دشمن خود اپنے يهاں اون سے طبي کام لے سکتا هے - ليکن اگر اوسکو اونکي ضرورت نهيں هے تو بحفاظت تمام اونکي فوج ميں پهونچا ديا جائيگا -

باشندوں ميں سے جن لوگوں نے زخميوں کي تيمار داري کي هے ' اون پر جنگي ٹيکس اور تاوان کا بار نه ڈالا جائيگا -

(٣) صليب احمر کو بلا تخصيص ملک و مذهب هر قوم' هر شخص' اور هر مذهب کے افراد کے زخميوں کا علاج کرنا هوگا - اگر کسي زخمي کي تيمار داري ناممکن هوجاے تو سپه سالار کا فرض هوگا که اوسکي فوج ميں اسے واپس بهيجدے -

(٤) جو زخمي صحت ياب هونے کے بعد بهي جنگ ميں شريک هونے کے قابل نهو سکينگے اونکو واپس کرديا جائيگا -

(٦) کوئي شخص زخميوں کي گاڑيوں سے کسي قسم کا تعرض نکر سکے گا ' البته اگر ان گاڑيوں سے فوج کي تنظيم و ترتيب ميں کوئي خلل آئيگا ' يا اوسکے راستے ميں رکاوٹ پيدا هوگي ' تو سپه سالار اون گاڑيوں کو دوسرا راسته اختيار کرنے پر مجبور کر سکے گا

تاریخ و عبر

کرہ ارضی کی آتشزدگی کا اولین شعلہ

فرانسس جوزف شہنشاہ اسٹریا

(حیات خصوصی)

معمر ترین حکمران عالم

وہ آرچ ڈیوک فرانسیس کارل کا بیٹا ہے - ۱۸ اگست سنہ ۱۸۳۰ ع میں پیدا ہوا' اور سنہ ۱۸۴۸ع میں جبکہ اسکی عمر صرف اٹھارہ برس کی تھی اوسکی تخت نشینی ہوئی - سنہ ۱۸۶۷ ع میں اوسکے تاج شاہی میں ایک نیا طرہ لگایا گیا - یعنی وہ ہنگری کا بادشاہ بھی بنایا گیا - اسوقت اوسکی عمر تقریباً ۸۴ برس کی ہے -

سنہ ۱۸۵۴ ع میں اسنے میکسیمیلیان ڈیوک آف بارمار کی لڑکی سے شادی کی جو یورپ کی شاہزادیوں میں عام طور پر ممتاز خیال کی جاتی تھی ' اور اسکا حسن و جمال مسلم تھا - اوس کے بطن سے چار اولاد پیدا ہوئیں جنمیں سے صرف دو لڑکیاں آرچ ڈچیز جزالا اور ماریہ زندہ ہیں - سنہ ۱۸۹۸ ع میں ملکہ پر جب کہ وہ جنیوا میں شاہی کشتی میں جا رہی تھی ' ایک اٹالین نوجوان نے دفعتاً حملہ کیا اور قتل کردیا -

شہنشاہ جوزف کے تین بھائی تھے ' جن میں سے ایک مکسیک پر حکومت کر رہا تھا ' اوس نے ۱۸۶۷ع میں وفات پائی - دوسرے بھائی کا نام آرچ ڈیوک کارل تھا جس نے سنہ ۱۸۹۶ ع میں انتقال کیا - اس نے متعدد اولاد چھوڑی - فرانسیس فرڈیننڈ جو حال میں سراجیو میں قتل کیا گیا ' اسی کا لڑکا تھا شہنشاہ جوزف نے پرنس اودلف کے انتقال بعد اسیکو ولی عہد مقرر کیا تھا ' لیکن وہ قطرتاً نہایت ضعیف الجثہ تھا - ڈاکٹروں نے اوسکو وائنا کے قیام سے منع کردیا تھا - ماہرین سیاست کی رائے تھی نہ وہ حزم و تدبیر کے ساتھہ اسٹریا جیسے مختلف العناصر ملک پر حکومت نہیں کرسکتا - اپنی اس کمزوری کو وہ خود بھی محسوس کرتا تھا - اسلیے ایک خاموش لطف و مسرت کی زندگی بسر کر رہا تھا -

عام خیال تھا کہ اگر یہی حالت قائم رہی تو اسکی جگہہ شاہنشاہ جوزف کے بھائی ارچ ڈیوک اوٹو کو ولی عہد بنایا جایگا ' لیکن سراجیو نے ہمیشہ کے لیے اوس سے یہ منصب چھین لیا -

شہنشاہ جوزف کا خاندان تمام یورپ میں سب سے قدیم ترین حکمران خاندان ہے - وہ ۶۳۲ برس سے حکمرانی کر رہا ہے ' اور یہ ایسا فخر ہے جو دوسرے خاندانوں کو بہت کم نصیب ہوا ہے - اس سلسلہ حکومت کا پہلا تاجدار ردولف وان ہیسبورگ تھا وہ پہلے جرمنی کا ایک کونٹ تھا لیکن سنہ ۱۲۷۳ ع میں جرمانیا کا باشاہ مقرر کیا گیا -

اس خاندان نے ایک مدت تک اسٹریا ' ہنگری ' بوہیمیا ' وسط جرمنی ' ہالینڈ ' اٹلی ' اسپین وغیرہ ' پر حکومت کی ہے اور اوس پر سے ہر قسم کے ملکی انقلابات کا سیلاب گذر چکا ہے - اس وسیع مدت نے مردوں کے ساتھہ عورتوں کو بھی حکومت کرنے کا موقع دیا - چنانچہ سنہ ۱۷۴۰ع جب شاہنشاہ کارل سادس کا انتقال ہوا' اور اوس نے اولاد ذکور میں سے کسیکو وارث تاج و تخت نہ چھوڑا تو اسکی لڑکی ماریا ٹریزا کے سر پر تاج شاہی رکھا گیا - حکمراں ہونے سے پہلے سنہ ۱۷۳۶ ع میں اوسکی شادی ڈیوک فرنسیس لورین سے ہوئی تھی - اب جب اوس نے تخت سلطنت پر قدم رکھا تو اوسکا شوہر ڈیوک فرنسیس اول شاہنشاہ بنایا گیا ' یہی فرنسیس ہے جسکی اولاد آج تک بر سر حکومت ہے - اسلیے اسٹریا کے موجودہ خاندان شاہی کو ہیسبورگ لورین کہا جاتا ہے -

شاہنشاہ جوزف کا سالانہ وظیفہ ۹۳۰,۰۰۰ گنی ہے ' اس رقم میں سے اوسکو نصف آسٹریا اور نصف ہنگری کے خزانہ سے ملتا ہے - وائنا اور بودا پسٹ میں اوسکے لیے متعدد محل تعمیر کئے گئے ہیں' اور پیرانہ سالی ' تجربہ کاری ' اور زمانہ شناسی کے لحاظ سے وہ یورپ کے تمام بادشاہوں میں نہایت موقر اور قابل احترام خیال کیا جاتا تھا لیکن افسوس کہ موجودہ جنگ یورپ میں خونریزی کا پہلا قدم اوٹھا کر اسنے اپنی ہشتاد سالہ عزت یورپ کے بڑے حصے میں برباد کردی ہے -

فنون لطیفہ کے ساتھہ نہایت دلچسپی رکھتا ہے - بالخصوص مناظر طبیعیہ کا شیدا ہے ساتھہ ہی فنون سپہگری میں بھی اسے خاص شہرت حاصل ہے - اوس کے اکثر میدان جنگ سے پیچھے ہٹ جانے پر مورت کو ترجیح دی ' چنانچہ معرکہ سالفر نیو میں جب اسٹرین فوج نے جنرل ہیس کی سپہ سالاری میں فرنچ اور سارڈینین فوج کی متحدہ فوج سے مقابلہ کیا اور جنرل ہیس نے بعض جنگی مصالح کی بنا پر فوج کو ہٹانے کا حکم دیدیا' تو شاہنشاہ جوزف کی بہادری نے اس حکم کو کالعدم کر دیا اور خود فرنچ توپوں کی باڑھ کے آگے سینہ سپر ہوکر کھڑا ہوگیا ' جو نہایت تیزی کے ساتھہ پیچھے ہٹنے والی اسٹرین فوج پر گولے برسا رہی تھیں !

ایک مرتبہ وہ سرسبز کھیتوں کے درمیان گذر رہا تھا - اوسکو دو شخص نظر آئے جو پالتو جانوروں کو شکار کیلیے چرانا چاہتے تھے - جب اون دونوں نے شاہنشاہ جوزف کو دیکھا تو آکر پانوں پر گر پڑے اور رو کر کہا :

" ہمارا خاندان بہت بڑا ہے - صرف زراعت سے گذر اوقات نہیں ہوسکتی - پہلے ہم فوج میں ملازم تھے ' اب موقوف کردے گئے ہیں - اسلیے اس جرم کے ارتکاب پر مجبور ہو گئے "

شاہنشاہ جوزف نے اونکا نام و نشان پوچھکر اون کو واپس چلے جانیکی اجازت دی - وہ چلے گئے' مگر مواخذہ کا خوف دامنگیر تھا - اسکے بعد شاہنشاہ نے اونکے پاس فرمان بھیجا جسکے ذریعہ اونکو شکار گاہوں کا نگراں مقرر کیا گیا - فرمان کو پہلے تو وہ وارنٹ گرفتاری سمجھے لیکن بعد کو معلوم ہوا کہ بادشاہ نے اونکی صداقت اور فوجی خدمات کے صلے میں ایک موزوں تر منصب عطا کیا ہے !

ایک روز وہ شونبرن کو جارہا تھا ' راستے میں فائر بریگیڈ ملا جو کہیں آگ بجھانے کیلیے جا رہا تھا - اوسکے گھوڑے کیچڑ میں پھنس گئے تھے -

وہ دفعتاً رک گیا' بادشاہ نے خود اپنی گاڑی کے گھوڑے کھلواکے اوس میں جتوادیے - ان گھوڑوں نے فائر بریگیڈ کو کیچڑ سے نکالا ' اور مقام آتشزدگی تک پہنچا آئے شہنشاہ خود کرایہ کی گاڑی پر سوار ہوکر چلا گیا !

سیاست رحم دلي کي دشمن ھے ' لیکن ابسے پلے اسکی نسبت کہا جاتا تھا کہ اوسکي رحم دلي سیاست پر غالب ھے - چنانچہ اوسنے چند سال سے پھانسي کے کسي فیصلہ پر دستخط نہیں کیا - جب اسٹریا میں ھیضہ پھیلا تو اوسکے انسداد کیلیے اپني پوري کوشش صرف کي - لوگوں کے یہاں خود تعزیت کو جاتا تھا ' شفاخانوں میں جاکر مریضوں کو دیکھتا اور اونکو تسکین دیتا تھا - جب ھنگري میں طوفان آیا ' تو خود وھاں جاکر لوگوں کو بچانے کیلیے آمادہ کیا - بلکہ بہت سے ڈوبنے والوں کو اپنے ھاتھہ سے بچالیا !

لیکن یہ عجیب انقلاب وقت ھے کہ جس بادشاہ کي رحمدلي اسکو گوارا نہیں کرتي تھي کہ ایک مجرم کو پھانسي دینے کیلیے دستخط کرے ' وھي آج لاکھوں بے قصور انسانوں کے قتل و غارت کا محرک اول ھوگیا !

کہتے ھیں کہ وہ نہایت فیاض اور کریم النفس بھي ھے - زمانہ جنگ میں مجروحین کو خود اپنا وظیفہ دیتا ھے ' اور خود نہایت سادہ سپاھیانہ غذا پر بسر کرتا ھے - اسي ھمدردانہ برتاو کی بنا پر اوسکو اپني رعایا پر کامل اعتماد حاصل ھے - وہ تنہا باھر نکلا کرتا ھے ' بجز سرکاري تقریبوں کے کبھي محافظ فوج اوسکے ساتھہ نہیں رھتي یورپ کے اخبارات میں اسکي رحم دلي اور فیاضي کي حکایتیں ھمیشہ چھپتي رھي ھیں -

ایک مرتبہ وہ اپنے بچپنے کے زمانے میں لیمبرگ کے باغ میں اپنے دادا کے سامنے کھیل رھا تھا - اسي حالت میں ایک پہرہ دار سپاھي پر اوسکي نظر پڑگئي - اوس نے اپنے دادا سے گھبراکر پوچھا : " کیا یہ فقیر ھے ؟ " اسکے دادا نے پوچھا کہ تمھیں اوسکي فقیري کا حال کیونکر معلوم ھوا ؟ جوزف نے جواب دیا " اسلیے کہ وہ اپنے فرائض کو مجبورانہ انجام دے رھا ھے " فرانسیس نے مسکراکر کہا :

" عزیز من ! ھر امیر فقیر کو اپنے اپنے فرائض مجبورانہ ھي انجام دینے پڑتے ھیں یہاں تک کہ شاھنشاھوں کی اولاد کو بھي - لیکن واقعي یہ پہرہ دار محتاج ھے - اس نوٹ کو لو اور اسے دے آؤ "

جوزف نہایت تیزي سے نوٹ لیکر اوسکي طرف بڑھا اور کہا " یہ نوٹ لو - میرے دادا نے تمکو دیا ھے " اس زمانے کے فوجي قانون کي رو سے کوئي سپاھي کسي قسم کا عطیہ قبول نہیں کرسکتا تھا - اسلیے اوس نے سر کے اشارے سے انکار کیا ' جوزف نہایت ناراض ھوا اور اپنے دادا کے پاس جاکر شکایت کي - اوس نے کہا کہ جاکر اوسکے کارتوس کي تھیلي میں چپکے سے ڈالدو - لیکن جوزف کا ھاتھہ سپاھي کي کمر تک نہیں پہونچتا تھا ' اسلیے فرانسیس نے اوسکو گود میں اوٹھالیا ' اور اوس نے نوٹ اوسکي تھیلي میں ڈالدیا - اب اوس نے غایت مسرت کے لہجے میں شور مچانا شروع کیا :
" سپاھي نے مفلسي سے نجات پالي "

جوزف نے اپني عمر کے پانچ مرحلے طے کیے تھے کہ اوسکے دادا نے انتقال کیا - چھٹے سال اوسکي تعلیم و تربیت شروع ھوئي - اوسکي ماں صوفیا خانداني حیثیت سے عالي مرتبہ اور نہایت دور اندیش اور عاقلہ عورت تھي - اوس نے اپنے بچوں کي تعلیم کي نگراني کا اھم فرض خود اپنے ذمہ لیا - آسٹرین شہزادوں کی تعلیم و تربیت کا ایک خاص قانون تھا جسکو شاھنشاہ جوزف ثاني نے مرتب کیا تھا - اوس نے شاہزادوں کي تعلیم کا پروگرام جن اصولوں پر مرتب کیا تھا ' اوسکي تصریح خود اوسي نے اپنے نہایت جامع الفاظ میں ایک بار کي تھي :

" عام لوگ اپنے بچوں سے کہتے ھیں کہ اگر تم تعلیم حاصل کرو گے تو ملازمت کے ذریعہ اپني ذات کو فایدہ پہونچاسکوگے - لیکن اگر تم نے علوم و فنون میں مہارت حاصل نہ کي ' تو اس سے ملک کو کوئي نقصان نہ پہونچیگا بلکہ خود تمھیں کو بڑا سے بڑا ضرر پہونچے گا -

لیکن یہ فقرے شاھزادوں کي تعلیم و تربیت پر منطبق نہیں ھوسکتے - کیونکہ وہ علم و جہالت ' دونوں حالتوں میں ملک کے فرمانروا ھونگے ' اسلیے اوسکا نفع و نقصان ملک کو لازمي طور پر پہونچیگا ' پس اونکے لیے علوم و فنون میں کامل مہارت حاصل کرنا نہایت ضروري ھے "

اھل ھنگري اپني زبان کو زندہ رکھنے اور سرکاري زبان بنانے کي کوشش میں ھمیشہ سے مصروف تھے - مگر سلطنت آسٹریا ھمیشہ ھنگري زبان کو حقارت کي نگاہ سے دیکھتی تھي ' اور کوئي آسٹرین بھولے سے بھي اوسکي تعلیم کی طرف توجہ نہیں کرتا تھا - لیکن شاھنشاہ جوزف نے بچپن ھي میں اونکی زبان کو سیکھا اور اوس میں اس قدر مہارت حاصل کي کہ اچھي طرح بات چیت کرنے لگا - حسن اتفاق سے سنہ ۱۸۴۷ع میں جب کہ وہ صرف آرچ ڈیوک تھا ' گورنر کے تقرر کی رسم ادا کرنے کیلیے ھنگري آیا - یہ ھنگرین شورش و بغاوت کا ابتدائي زمانہ تھا - اونکي شورش کا مقصد صرف اپني قومیت ' وطنیت ' اور زبان کو محفوظ رکھنا تھا جو اسٹریا کے ساتھہ مدغم ھوتي جاتي تھي - آرچ ڈیوک فرانسیس جوزف نے نہایت دور اندیشي سے اس فتنہ کو فرو کرنا چاھا اور اونکے سامنے ھنگري زبان میں ایک اسپیچ دي - اسپر تمام ھنگرین قوم نے اس زور سے خوشي کے نعرے بلند کیے کہ انکے گلے پڑ پڑ گئے ' اور اپنے قدیم طرز پر اظہار مسرت کیلیے تلواریں نیام سے کھینچ لیں !

چند دنوں کے بعد ھنگري نے آسٹریا کے دائرۂ اقتدار سے نکلنے کے لیے پھر شورش کی ' لیکن وھاں کے گورنر نے اونکو یقین دلایا کہ جس آرچ ڈیوک نے تمھارے سامنے تمھاري زبان میں تقریر کی تھی ' وہ عنقریب آسٹریا کا شہنشاہ مقرر کیا جائیگا - اس خوشگوار وعدہ کا نہایت اچھا اثر ھوا ' اور دفعتاً بغاوت کي آگ بجھہ گئي - چند دنوں کے بعد جب شہنشاہ جوزف کے سر پر تاج شاھي رکھا گیا تو تمام ھنگري نے اوسکي رسم تخت نشیني کا نہایت مسرت سے خیر مقدم کیا - حالانکہ وہ دوسرے بادشاھوں سے عموماً اظہار نفرت کرتے تھے -

اسکي روزانہ زندگي کا حسب ذیل پروگرام ایک اخبار میں شائع ھوا تھا :

پانچ بجے صبح کو اوٹھتا ھے ' اور چاے وغیرہ پیکر کام میں مصروف ھو جاتا ھے - دس بجے سے ۱۲ - بجے تک لوگوں کو دربار میں باریابی کا موقع دیتا ھے - پھر اپنے پرائیوٹ سکریٹریوں سے ملکي معاملات میں مشورہ کرتا ھے - تین بجے کھانا کھا کر سیر و تفریح کي تیاري کرتا ھے ' اور اکثر تھیٹروں میں جاتا ھے - ان تفریحي مشاغل سے فارغ ھوکر دس بجے کھانے سو رھتا ھے - با اینہمہ مصروفیت اور کسل و تکان کي کبھي شکایت نہیں کرتا - اگر امور ملکي کے انجام دینے سے طبیعت گھبرا جاتي ھے تو چند دنوں سیر و شکار کے لیے باھر نکل جایا کرتا ھے -

وہ یورپ کي تمام زبانوں کا ماھر ھے اور ان تمام زبانوں میں گفتگو کرسکتا ھے - اوس نے ایک مرتبہ فوج کا جائزہ لیا تو اوسکے سامنے مختلف قوموں کے پانچ دستے پیش کیے گئے - اوس نے ھر ایک کے سامنے اوسیکي زبان میں تقریر کی !

اقتراح ادبی و شعری

نغمۂ حسن و طبل جنگ !

دعوت تسابق افکار و تنافس اقلام

و فی ذالک فلیتنافس المتنافسون ! (۸۳ : ۲۳)

انعامی مضمون - دو گنی کا پہلا سلسلہ : " مواضیع ادبیه " ۳۱ - اکتوبر تک -

آجکی اشاعت کے ساتھہ ایک دلچسپ مرقع شائع کیا جاتا ہے جو کلکتہ کے ایک دقیقہ سنج اور مشاق مصور کے قلم سحر کار کا نتیجہ ہے - اور ایک عمیق و وسیع حسن تخیل، تفحص تاریخی اور فکر شعری نے اسکا خاکہ کھینچا ہے -

بظاہر اس مرقع کو دیکھیے تو صرف دو تصویریں ہیں جنہوں نے زیادہ سے زیادہ ایک صفحہ کی دس بارہ انچ جگہ روک لی ہوگی- لیکن ارباب نظر اگر چاہیں تو انکے صرف ایک گوشۂ نگاہ ہی کے اندر صدہا صفحوں کے صحائف معانی اور دفاتر سوانح و حوادث پڑھ سکتے ہیں :

احوال ما ز حوصلۂ نامه بیش برد
لختے ز حال خویش بسیما نوشته ایم !

عالم جذبات و حسیات کے صدہا مطالب ہیں جنہیں ہزارہا صفحوں پر پھیلاکر لکھیے - جب بھی سمٹ نہیں سکتے - لیکن اگر ایک سیماء گویا ' ایک چشم سخنور ' ایک نگہ ناطق ' ایک غمزۂ معنی طراز، ایک جمال فکر اندیش، سامنے آجاے تو انکے درس و فہم کیلیے صرف ایک لمحۂ نظارہ ہی کافی ہوتا ہے - بلکہ اس سے بھی کم -

یہ ایک ایسی حقیقت ہے جسکی ہر صاحب حال فوراً تصدیق کریگا -

ارسطو اگر شرم و حیا کے واردات و اثرات کا فلسفہ مرتب کرتا اور دس ضخیم جلدیں لکھہ جاتا ' جب بھی آپ کچھہ نہ سمجھتے- لیکن کسی کے چہرۂ محجوب اور نگہ شرمگیں کا ایک نظارہ آپکو سب کچھہ سمجھا دیتا ہے ' اور حقائق حسن و عشق کے وہ وہ اسرار و غوامض خود بخود حل ہوجاتے ہیں جو دنیا بھر کے حکیموں اور فلسفیوں کی زبانیں ملکر بھی حل نہیں کرسکتی تھیں !

آپ کے نزدیک علم الدقیق کا سب سے بڑا ماہر وہ ہے [illegible] وسیع علمی عمارت کے اندر بڑی بڑی کتابیں اور بڑے بڑے آلات دیکھے ہوں - لیکن میری نظر میں اس [illegible] حقیقت اوس خوش نصیب سے بڑھکر کوئی نہیں جانتا جسے کسی جمال آتشیں کی ناگہانی جلوہ تابی کے نظارہ کا بار بار موقعہ ملا ہے ' اور ہمیشہ اسکے خرمن صبر و شکیب پر بجلیاں گرتی رہی ہیں - و کل حزب بما لدیهم فرحون :

نه دانم تا چه برق فتنه خواهد ریخت بر هوشم
تصور کرده ام بگسستن بند نقابش را

* * *

یہی نکتہ ہے جو فن تصویر و رسوم کو تحریر و کتابت پر ترجیح دیتا ہے - قدیم مصری هیرو غلیفی (نقوش مصورہ و ممثلہ) کے ذریعہ خط و کتابت کرتے تھے اور یقیناً ہم سے زیادہ عقلمند تھے - دشمن کے ہجوم کی تصویر کھینچنے میں ہم صفحے کے صفحے صرف کردیتے ہیں اور پھر بھی اپنے چشم و دماغ کو مخاطب کے سر میں نہیں رکھدیسکتے - لیکن وہ ایک شمشیر بکف سپاہی کو مکان کے دروازے پر کھڑا دکھلا کر ہم سے زیادہ بہتر درس مطالب پر قادر تھے - جذبات و واردات ' حوادث و سوانح ' اور مظاہر طبیعیہ و تغیرات فطریہ کے بیان میں ہزارہا صفحے ایک طرف ' اور ایک انچ کی چھوٹی سی تصویر ایک طرف ! ہومر نے کسقدر صرف فکر و تصور کے بعد معاصرہ ترائے کے چند معرکے دکھلاے اور ہومر اعظم ہو گیا ؟ لیکن ایک مصور پنسل کی چند لکیریں کھینچکر دو چار مدت کے اندر اس سے زیادہ جنگ کے میدان دکھلا دیسکتا ہے ' مگر دنیا کا معیار فضیلت دوسرا ہے -

علی الخصوص انسانی جذبات و خواطر اور عالم عواطف و حسیات کے اظہار کے لیے تو زندہ انسانوں کے بعد صرف تصویر ہی ایک ایسی شے ہے جو دل کے چھپے ہوے راز دوسرے دلوں تک منتقل کردیسکتی ہے -

واقعہ نویس اور شاعر کے کاموں کو مصور سے وہی نسبت ہے جو ایک فلسفی کے فلسفۂ حسن کے مقابلے میں خود ایک روے جمیل و حسین کو حاصل ہو سکتی ہے - اسی لیے شعر کی ساری فضیلت اسمیں ہے کہ وہ تصویر ہو -

* * *

یہ مرقع جو آپ دیکھہ رہے ہیں ' اس بیان کی تصدیق کر سکتا ہے - تاریخ و وقائع ' سوانح و حوادث ' عجائب تصادفات ' نیرنگی انقلابات ' حسن و عشق کی کرشمہ سازی ' جذبات متضادہ و متباینہ کی کشاکش ' اور قلمرو حسن و عالم سیف و سناں کی باہمی آویزش ' یہ سب کچھہ اسمیں موجود ہے ' اور ان سب سے زیادہ [illegible] شعر و موسیقی کی وہ معنویت اعلی جسکے اظہار سے مورخ کا قلم ' خطیب کی زبان ' مطرب کی ترانہ سنجی ' اور شاعر کی فکر ' سب عاجز رہجاتے ہیں ' اگرچہ وہ سب اسکی طرف اشارہ کرتے ہیں اور اسکے ضروری اجزاء مہیا کردیتے ہیں !

انعامی عناوین و مضامین

اردو زبان میں " انعامی مضمون " کی ایک نہایت سخیف و عامیانہ ترکیب رائج ہو گئی ہے ' اور غالباً رسالۂ " حسن " حیدرآباد کی بہت سی عمدہ یادگاروں کے ساتھہ یہ ایک ناگوار لغوی صناعة بھی باقی رہگئی ہے - اس قسم کی ترکیبیں میرے مذاق سے بالکل دور ہیں ' لیکن چونکہ رائج ہو گئی ہے اسلیے مجبوراً لکھنا پڑتا ہے - کسی عمدہ ترکیب سے اسے بدلدینا چاہیے -

انعامی مضامین سے مقصود یہ ہے کہ کسی موضوع یا عنوان کو متعین کرکے اہل قلم کی خدمت میں پیش کیا جائے تا کہ وہ اسپر فکر آزمائی کریں' اور پھر بہتر و امثل مضمون کیلیے ایک اعلان کردہ رقم پیش کی جائے - اسلیے نہیں کہ وہ اسکا معاوضہ ہے بلکہ محض بغرض امتیاز و تشویق و تحریص -

یہ ایک نہایت عمدہ طریقہ ہے جس سے ارباب قلم میں تحریر و تصنیف کا شوق پیدا ہوتا ہے - یورپ کے اخبار و رسائل اور مجالس و مجامع کو پبلک کی طرف سے بڑی بڑی رقمیں دی جاتی ہیں تاکہ وہ انعامی مضامین کا اعلان کرسکیں - وہانکے اخبارات خود بھی اس قابل ہوتے ہیں کہ علمی اولوالعزمیوں میں حصہ لیں اور اپنے ادارہ کی طرف سے گرانقدر رقوم ارباب علم و ادب میں تقسیم کریں -

علی الخصوص جب کبھی کوئی نئی اختراع یا علمی تحقیق شائع ہوتی ہے اور اسکی تکمیل و ترقی کیلیے ارباب علم اور عام پبلک کی توجہ مطلوب ہوتی ہے تو عموماً اس کام میں سب سے زیادہ مدد انعامی مضامین کے مقابلوں ہی سے ملتی ہے اور انعاموں کی تعداد اور مقدار میں خود اخبارات و رسائل کا باہمی مقابلہ شروع ہو جاتا ہے - مثلاً کئی سال سے تمام یورپ کے اخبارات و رسائل پر ہوائی جہازوں کے تجارب کا ایک بحران علمی طاری ہے - جنگ سے پہلے کوئی ہفتہ ایسا نہیں جاتا تھا کہ کوئی نہ کوئی انعام انکے متعلق شائع نہ کیا جاتا ہو - صرف ایک اخبار " ڈیلی ٹیلی گراف " لندن نے تین سال کے اندر ۱۲ - بڑے انعام تقسیم کیے جنکی رقوم کی مجموعی تعداد ۳ - ہزار پونڈ سے زائد تھی - پھر وہ عظیم الشان انعام اسکے علاوہ ہے جو ڈیلی ٹیلی گراف نے پچھلے سال ہوائی مسابقت کیلیے انگلستان میں تقسیم کیا تھا !

افسوس کہ ہندوستان میں یہ باتیں ابتک خواب و خیال ہیں- یہاں کے اخبارات کو دست سوال کی وسعت اور طبع دریوزہ گری فلاکت سے اتنی مہلت کہاں ملتی ہے کہ انکے بڑھے ہوے ہاتھوں میں دوسروں کیلیے بھی کوئی بخشش ہو؟ ان میں سے اکثر اپنی فلاکت و درماندگی سے مجبور ہیں اور بعض اپنی طبعیت سے - پبلک نے ابتک علم و ادب اور مطبوعات و مصنفات کی حقیقت نہیں سمجھی ہے - وہ ہمیشہ اس فکر میں رہتی ہے کہ ڈیڑھ روپیہ میں سال بھر تک سب سے زیادہ سیاہی اور کاغذ کون دیسکتا ہے ؟

لیکن ان تمام باتوں سے بھی زیادہ افسوس ناک امر یہ ہے وہ اگر بہتر سے بہتر اسباب جمع بھی ہوجائیں تو ملک میں بدبختی سے صحیح دلچسپی لینے والی کوئی جماعت نہیں ہے - یہاں اخبار کے معنی یہ ہیں وہ ایک مشین بصورت انسان جو پرنٹنگ مشین کی آخرین ایجاد کی طرح خود ہی کاغذ کاٹتی ہے' خود ہی چھاپتی ہے' خود ہی مرتب کرتی ہے' خود ہی موڑتی ہے' غرضکہ سب کچھہ خود ہی کرتی ہے - پھر انعام کے معنی بھی یہاں یہی ہوسکتے ہیں کہ خود ہی عنوان تجویز کیا جاے' خود ہی رقم معین کی جاے' اور پھر خود ہی لکھکر بعد انقضاے مدت مقررہ رقم وصول بھی کرلی جاے :

خود کوزہ' خود کوزہ گر و' خود گل کوزہ !

آغاز اشاعت الہلال سے ہمیں کسی ایسے سلسلے کے اجرا کا بارہا خیال ہوا مگر اہل قلم کی بے توجہی اور اکثر حالتوں میں بد مذاقی نے مایوس کردیا -

لیکن آج اس خیال سے کہ اگر خشک علمی مضامین اور تحقیق طلب مذہبی مقالات کیلیے ارباب قلم طیار نہیں ہیں تو اقلاً ادب و انشاء کے میدان میں تو آسکتے ہیں' اس تصویر کو شائع کرتے ہیں' اور اردو ادب و شعر کے با مذاق حضرات کے آگے صرف فکر و خیال کا ایک نیا میدان کھولتے ہیں - اس اولین تجربے پر آیندہ کے ارادے موقوف ہیں -

ہم سے پہلے ایک اہل قلم کو ہم سے بھی زیادہ مصیبت پیش آئی تھی :

رو مسخرگی پیشہ کن و مطربی آموز
تا داد خود از کہتر و مہتر بستانی !

الحمد للہ کہ گو بعض ابناے عصر نے اپنے تئیں یہاں تک بھی پہنچا دیا ہو مگر ہمیں اسکی ضرورت نہیں ہوئی ہے' اور اگرچہ علمی و مذہبی مضامین کی جگہ محض ادب و شعر کی دعوت دینا ہمارے لیے ایک طرح کا تنزل ہو - تاہم فی نفسہ اسکی ضرورت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا -

کچھہ عرصہ پہلے عالم ادب و شعر کے ہم خود بھی رہ نورد تھے اور الہلال کی اشاعت کے وقت ارادہ تھا کہ خالص ادبی و شعری افکار و مقالات کا بھی اسمیں غالب حصہ ہوگا - لیکن آگے چلکر معلوم ہوا کہ یہاں ایک کے ہو رہنے کے سوا چارہ نہیں' اور بالاخر عالم جذبات و حسن و عشق سے الگ ہوکر صرف اصلاح و مذہب ہی پر قناعت کرلینی پڑی - شاید ہم اب بھی اس کام کو کرسکتے ہیں مگر نہیں کرتے - و للہ در ما قال :

رند ہزار شیوہ را طاعت حق گراں نبود
لیک صنم بہ سجدہ در ناصیہ مشترک نخواست

اگر ارباب ذوق نے اس تجربے میں ساتھہ دیا تو انعامی مضامین کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہیگا اور پھر علمی و مذہبی تحقیقات کے عنوان بھی پیش کرینگے -

(نغمۂ حسن و طبل جنگ)

اس مرقع کا موضوع تخیل " نغمۂ حسن و طبل جنگ " ہے - حسن و عشق کی دنیا بھی ایک معرکہ زار ہے مگر وہاں کے اسلحۂ و الات اور ہیں - وہ جنگ جسمیں لوہے کی تلوار اور چمڑے کی ڈھال سے کام لیا جاتا ہے' بظاہر اس سے کوئی ربط نہیں رکھتی' لیکن اس تصویر میں دونوں چیزیں جمع کردی گئی ہیں - حسن کی محو و بیخود نگاہیں تلوار پر جھکی ہوئی ہیں :

سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی !

انعامی موضوع بحث یہ ہے کہ صرف یہ مرقع اور اسکا عنوان شائع کردیتے ہیں اور اسکے تاریخی ماخذ اور تمام جزئیات مرقع کے متعلق کچھہ نہیں بتلاتے - ارباب ذوق و فکر اس مرقع کو سامنے رکھکر اظہار خیال کریں اور جس پہلو کو زیادہ نمایاں پائیں بحث میں لائیں - آخر اکتوبر تک تمام مضامین آجانے چاہئیں - جو مضمون سب سے زیادہ بہتر و اوفق اور موضوع مرقع پر حاوی ہو' اسکے لیے ایک گنی نقد اور ایک گنی قیمت کی مجلدات الہلال پیش کی جائیگی -

مضامین صاف اور خوشخط لکھے ہوں - ورق کے صرف ایک صفحہ پر لکھے جائیں - انعام صرف خریداران الہلال کے حلقہ میں محدود رہیگا -

بریدِ فرنگ

" ٹائمز " کاغذ کی کمیابی پر بحث کرتے ہوے لکھتا ہے " یہ ظاہر ہے کہ اسوقت کاغذ کی جتنی مانگ ہے اس سے کاغذ کی مجموعی فراہمی بہت کم ہے - کاغذ کی قیمت میں ۷۵ فیصدی کا اضافہ مطابع کی تجارت کے لیے عموماً اور اخبارات کے مالکوں کے لیے خصوصاً ایک سنگین معاملہ ہے لیکن اس گرانی کے مسئلہ سے بھی زیادہ اہم یہ سوال ہے کہ اسوقت جبکہ یورپ میں کاغذ سازی کے لیے لکڑی کے مغز (ارڈ پلپ) کی آمد و رفت بند ہے ' تو کیا یہ امید کی جاسکتی ہے کہ آیندہ گراں تو قیمت ہی پر سہی مگر بہرحال کاغذ ملتا رہیگا ؟

بہترین ذرائع اطلاع کے بموجب لکڑی کے مغز کے اسٹاک کا خرچ ۱۵ ہزار ٹن سے بڑھکے ۱۹ ہزار روزانہ تک پہنچگیا ہے - رزروائر (محفوظ خزانے) میں معمولی شرح صرف کے لحاظ سے ۱۰ - ہفتہ کا سامان رهتا ہے - لیکن آجکل خرچ کا جو اوسط ہے' اسکے حساب سے تو رزروائر بھی ۶ ہفتہ سے زیادہ نہیں چلینگے -

---

قرون وسطی نے اپنے ہر قسم کے وحشیانہ اور خود غرضانہ جذبات کے لیے مذہب کو آڑ بنایا تھا - موجودہ زمانے نے مذہب کے بدلے تہذیب و تمدن کو انتخاب کیا ہے - چنانچہ اسوقت بھی جبکہ تہذیب و تمدن کی بستیاں تاراج اور انسانیت کا قتل عام ہو رہا ہے' ہر طرف سے جو صدائیں آ رہی ہیں' وہ حفظ تہذیب ! حمایت تمدن ! ! اور انتقام انسانیت ہی کی ہیں ! اللہ ! اللہ

یقولون بافواههم مالیس فی قلوبهم

اس حقیقت کو ایک انگریز آزاد مقالہ نگار کا قلم اسطرح بے نقاب کرتا ہے :-

"جنگ کا جو سبب عام طور پر بیان کیا جاتا ہے وہ اسقدر دم لڑائی کی اصلی اور حقیقی وجہ ہوتی ہے کہ ہم بے تکلف یہ اصول قرار دیسکتے ہیں کہ جنگ کا جو سبب بھی علانیہ بیان کیا جاے وہ محض حیلہ ہے -

صلیبی لڑائیاں بلکہ خود تحریک " اصلاح " کے متعلق جو جرمن سے شروع ہوئی اور پھر انگلستان اور فرانس تک پھیلی ' جب شہادتیں لی گئیں تو ثابت ہوا کہ محض ایک نمایش و نمود تھی' اور در اصل اس پردہ میں کوئی اور مقصد مخفی تھا -

مثلاً جیمس دوم نے ٹیسٹ ایکٹ (قانون امتحان) کی تنسیخ کے وقت " تسامح " اور " حریت ضمیر " کی وکالت کی مگر یہ محض ایک حیلہ ہی حیلہ تھا - اب ہم کو معلوم ہوا ہے کہ اسکا مقصد صرف یہ تھا کہ اس بہانہ پارلیمنٹ میں کیتھولک عنصر دور رس شناس بلکہ غالب کیا جاے - ہر قوم جب کارزار میں اترتی ہے تو اپنے اس فعل کے جواز کے لیے قابل قدر اسباب کی جستجو کرتی ہے مگر یہ کوشش بالکل عبث ہے - جو جنگ ضروری ہے وہ جائز اور بجا ہے' گو اسکے لیے خود ساختہ شاندار اسباب نہ ہوں "

موجودہ جنگ چاہے مالی حیثیت سے دنیا کے لیے مضر بلکہ مہلک ثابت ہو مگر اخلاقی حیثیت سے تو وہ اپنے اندر عبرت و بصیرت کا ایک بہترین ذریعہ ہے -

شاہنشاہ آسٹریا کل تک یورپ کا "سب سے زیادہ محترم معمر انسان " تھا مگر آج اعلان جنگ کے بعد وہ جس شکل میں ہمارے سامنے پیش کیا جارہا ہے اسمیں ایک محترم متمدن انسان کے بدلے ایک سفاک ' عیاش ' پسر کش ' اور بد عہد ' انسان کے خال و خط زیادہ نمایاں ہیں !

اخبار " نیشن " شہنشاہ آسٹریا کے متعلق لکھتا ہے :

"اسکی تاریخ کیا ہے ؟ یہ ایک دلچسپ سوال ہے - فرانسیس جوزف (شہنشاہ آسٹریا) نے اپنی بے اصول ماں کی آغوش میں پرورش پائی تھی' اور اسکے اتالیق کونٹ بمبیل نے برائی میں ہمیشہ اسکی حوصلہ افزائی کی تھی - ۱۸ - سال کی عمر میں اسکے سر پر شاہنشاہی کا تاج رکھا گیا - اس نے سب سے پہلے روس کی مدد سے بسر کردگی کونتھہ اہل ہنگری کے دبانے کی کوشش کی - تمام ملک ہنگری قتل و خونریزی کا وحشت ناک منظر بنگیا - ۲۵ جنرل قتل ہوے' ہزارہا انسان بندوق کا نشانہ بنے اور پھانسی کے تختے پر لٹکائے گئے - اسطرح فرانسیس جوزف انسانی خون کے سیلاب سے گذرتا ہوا تخت شہنشاہی پر آکے بیٹھا -

لیکن ہزارہا نا کردہ گناہ انسانوں کا خون رائگاں نہیں گیا - بالاخر انتقام کی دیوی " نیمسیس " نے اسکا تعاقب کیا - سب سے پہلے اسی ملک پر آفت نازل ہوئی جسکے لہو سے خون کا ہولناک دریا بہایا گیا تھا - " المبارڈی " اور " سالفرنیو " دو مقام اسکے ہاتھہ سے نکل گئے -

اسکے بعد کو نگرٹیز کا چرکہ لگا - اور آخر میں ایک مشہور تاریخی شہر وینس بھی چھن گیا -

انتقام کا دائرہ اسکی قلمرو تک ہی محدود نہ رہا' بلکہ اسکی خانگی زندگی بھی تلخی اور ماتم گساری میں کٹی - لیکن اسکا بھی ذمہ دار وہ خود ہی ہے -

قدرت نے یورپ کی ایک حسین و جمیل ترین عورت کا ہاتھہ اسکے ہاتھہ میں دیا - فرانسیس جوزف اپنی عم زاد بہن الزبتھ آف بیوریا سے شادی کرنے میں کامیاب ہوگیا - مگر اس نے اس مسرت و شادمانی کو اسطرح خاک میں ملایا کہ ایک مشہور آسٹرین ایکٹرس " فراو رال " نامی کو " اشل " میں بطور داشتہ عورت کے رکھلیا - اس صدمہ سے اسکی حسین و جمیل ملکہ ٹریسٹ بھاگ گئی -

اگرچہ حسین الیزبتھ شاہی لشکر پر ایک دن کے لیے ہامبرگ واپس آئی - مگر در اصل تربیت کی روانگی کے بعد سے اپنے بوالہوس اور بے وفا شوہر کے ساتھہ ایک دن بھی نہ رہی - اور بالاخر لوزان میں قتل ہوگئی -

قدرت نے اولاد کے بارے میں اس سے بخل نہیں کیا روڈلف اسکا بیٹا تھا اگرچہ اکلوتا - نہ کوئی دوسرا بھائی اور نہ کوئی بہن - مگر اسکا کیا انجام ہوا ؟ میرلنگ میں خود کشی اور ایک غم انگیز افسانہ جو آج تک کسی کی سمجھہ میں نہ آیا ! (روڈلف کے قتل پر یہ مشہور کیا گیا تھا کہ اس نے خود کشی کرلی ہے - مگر ایک شہزادی کے مالی پاسٹ یعنی میری سر گذشت کے نام سے جو کتاب شائع کی ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خود باپ ہی نے اپنے بیٹے کو قتل کردیا - یہ اسلیے کہ ہنگری کا بادشاہ ہونے پائے جسکے لیے وہ خفیہ طور پر پوری طرح تیاریاں کرچکا تھا -)

اسکے بعد اسکا بھتیجا ولی عہد ہوا -

مگر ابھی انتقام کی دیوی کا غصہ دور نہیں ہوا تھا - جس چراغ کے گرد برسوں سے امیدیں پروانہ وار طواف کر رہی تھیں اسے سراجیوا میں ایک سروی طالب علم کے ہاتھہ نے گل کردیا !

پس اگر فرانسیس جوزف دنیا میں شاہی ہستی کا ایک نمونہ اور اپنے ہاتھہ سے اپنی خوشی کو خاک میں ملانے والا نمونہ بنکے رہا تو کوئی تعجب انگیز امر نہیں ہے - اسوقت انسانیت جس عالمگیر مصیبت میں مبتلا ہے - یہ بھی اسکے دل کی پیرانہ کمزوری کا صدقہ ہے "